ماہنامہ

الریاض

سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ

جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ / جولائی ۲۰۰۵ء شمارہ (۳)

ماہنامہ **الریاض**

جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ / جولائی ۲۰۰۵ء شمارہ (۳)

سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ

ویب سائٹ: www.haqqaniya.org

ای میل: info@haqqaniya.org

فہرست

		صفحہ نمبر
حمد باری تعالیٰ	کلام: غلام رسول قادری صاحب	۱
نعت	کلام: حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانیؒ	۲
منقبت حضرت علیؓ	کلام: صوفی محمد برکت علی لدھیانوی چشتی صابریؒ	۳
سلسلۂ عالیہ چشتیہ	-	۴
خواجہ غریب نوازؒ	-	۸
پیرِ کامل سیدنا ریاض الحقؒ	تحریر: صاحبزادہ محمد ظفر الحق چشتی دامت برکاتہم العالیہ	۱۳
سراج الطالبین	تحریر: حضرت خواجہ محمد سراج الحق صاحبؒ	۲۱
آداب المرشد و المرید	-	۲۶
حضرت آدم علیہ السلام	تحریر: حضرت شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوریؒ	۲۸
مقالاتِ حکمت	تحریر: صوفی محمد برکت علی لدھیانوی چشتی صابریؒ	۳۱
معانقہ	تحریر: ابدال بیلا صاحب	۳۳
حدیثِ دل	-	-

اراکین

محمد ندیم کھوکھر سراجی حقانی

علی سلطان قریشی سراجی حقانی

غلام مرتضیٰ سراجی حقانی

محمد عمران سراجی حقانی

فہد حمید

محمد رضوان عالم قادری

گرافکس ڈیزائنر، کمپوزر

حمد باری تعالیٰ

حَسْبِیْ رَبِّی جَلَّ اللّٰہ، مَافِیْ قَلْبِی غَیْرُ اللّٰہ
نُوْرِ مُحَمَّدْ صَلّی اللّٰہ، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اول و آخر ہے اللّٰہ، باطن و ظاہر ہے اللّٰہ
حافظ و ناصر ہے اللّٰہ، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کون و مکاں میں ہے اللّٰہ، دونوں جہاں میں ہے اللّٰہ
جسم میں جاں میں ہے اللّٰہ، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اعلٰی جس کی ذات وہی، اعلٰی جس کی صفات وہی
رکھ لی جس نے بات وہی، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

حَسْبِیْ رَبِّی جس نے کہا، فیض کے دریا کو پایا
گوہر مقصد ہاتھ آیا، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کُھل جائیں در جنت کے، دوزخ کی سب آگ بجھے
دل سے کوئی اِک بار کہے، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

عرضِ غلامِ فقیر ہے اب، داخلِ رحمت ہوں ہم سب
ذکر قبول ہو یہ یا رب، لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کلام: غلام رسول قادری صاحب

سنیے : http://haqqaniya.org/Audio/Suharwardi/HR.ram

ڈاؤنلوڈ کیجیے : http://haqqaniya.org/Audio/Suharwardi/HR0.rm

نعت

اُس گنبدِ خضریٰ پر جا کر اِس خستہ نظر نے کیا دیکھا
اِک نور بھری صورت دیکھی، اِک پیار بھرا جلوہ دیکھا

اُس حسنِ اَزل کے جلووں کے ہر لحظہ نئے پہلو دیکھے
وہ مزمّل وہ مدثّر وہ یٰسین و طٰہٰ دیکھا

وہ شق القمر انگشتِ حسیں وَ الشَّمسُ ضُحَاہَا نورِ جبیں
وَ الَّیل سُجی زُلفِ مشکیں رعنائی کو یکجا دیکھا

تھے ارض و سما قدموں پہ گرے اور لوح و قلم غمزے پہ مرے
ابرو کے اشاروں پر رقصاں یوں شعبۂ قدر و قضا دیکھا

اُدنُ مِنِّی کی صدائیں تھیں ما زاغ بصر کی ادائیں تھیں
لولاک لما کی قبائیں تھیں یوں قرب او ادنیٰ دیکھا

حاضر ہوں متاعِ دل لے کر لِلّٰہ کرم لِلّٰہ نظر
اس حرفِ تمّنا پر یکسر در جود و سخا کا وا دیکھا

قدموں پہ عطا کے خزانے تھے اور ہاتھوں میں پیمانے تھے
اور سائل سب پروانے تھے سیلابِ جُود و سخا دیکھا

جب ہوش آیا تو سر میرا پائے اقدس پر تھا رکھا
جو خواب میں دیکھا تھا میں نے وہ جلوہ بچشمِ وا دیکھا

وہ شمس و قمر کے ہوں شعلے یا انجمِ تاباں کے جلوے
اللّٰہ نے اُن کی کھائی قسم جب آپ کو جلوہ نما دیکھا

اَلصَّالِحُ لِلّٰہ طَالِحُ لِی' فرمانِ نبیؐ فرمانِ نبیؐ
جھوم اُٹھے ریاض سبھی قدسی جب مجھ کو نغمہ سرا دیکھا

کلام: حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانیؒ

سنیے:
http://www.haqqaniya.org/Audio/Mehfil/July1999/06.ram
http://www.haqqaniya.org/Audio/Mehfil/Aug1999/01.ram
http://www.haqqaniya.org/Audio/Mehfil/May2003/15.ram

منقبت

(مَدِیْنَۃُ الْعُلُوْمِ وَ الْمَطَالِبُ اِمَامَ الْاَوْلِیَاءُ حضرت علی ابن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ)

شعور و عرفان و آگہی ہے، علیؓ علیؓ ہے علیؓ علیؓ ہے
کہ سرِّ عنوان زندگی ہے، علیؓ علیؓ ہے علیؓ علیؓ ہے
نہ اُس میں عادت سوال کی ہے، نہ فکرِ مال و منال کی ہے
کہ در پہ دنیا جھکی ہوئی ہے، علیؓ علیؓ ہے علیؓ علیؓ ہے
چراغِ تہذیبِ طور ہے وہ، فلک کی آنکھوں کا نور ہے وہ
رواں دواں جس کی روشنی ہے، علیؓ علیؓ ہے علیؓ علیؓ ہے
اِسی لئے اپنے دوشِ اقدس، پہ آپؐ نے بھی اُسے اُٹھایا
کہ مرگ بُتہائے آزری ہے، علیؓ علیؓ ہے علیؓ علیؓ ہے
جلالِ موسیٰؑ کہ زُھدِ عیسیٰؑ، سبھی ہے روشن اِس آئینے میں
خدا کی وہ آیتِ جلی ہے، علیؓ علیؓ ہے علیؓ علیؓ ہے
کہ موت جس کی نظر میں ہم نے، حیات سے بھی گُداز دیکھی
وہ اُس قبیلے کا آدمی ہے، علیؓ علیؓ ہے علیؓ علیؓ ہے
ہیں مجھ کو تینوں ہی سب سے پیارے، کہ ہیں حقیقت کے رنگ سارے
خدا خدا ہے نبیؐ نبیؐ ہے، علیؓ علیؓ ہے علیؓ علیؓ ہے

کلام: ابو انیس صوفی محمد برکت علی لدھیانوی چشتی صابریؒ

سنیے : http://www.haqqaniya.org/Audio/Suharwardi/Sl.ram
ڈاؤنلوڈ کیجیے : http://www.haqqaniya.org/Audio/Suharwardi/Sl0.rm

سلسلہ عالیہ چشتیہ

سلسلہ عالیہ چشتیہ شیخ المشائخ حضرت شرف الدین ابو اسحاق چشتی شامی رحمت اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ آپؒ کا نام ابو اسحاق اور لقب شرف الدین ہے۔ آپؒ ملک شام کے شہر مالوفہ میں پیدا ہوئے۔ اوائلِ عمر میں ہی آپؒ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو گئی۔ اللہ کے بندے کی تلاش ہوئی تو چالیس روز تک استخارہ کیا۔ استخارہ میں شیخ الشیوخ علو ممشاد دینوریؒ سے استفادۂ محبت کا اشارہ ہوا۔ استخارہ میں اشارہ پا کر مرشدِ حق کی تلاش میں ملک شام (مالوفہ) سے ملکِ عراق (بغداد) کی طرف رختِ سفر باندھا کیونکہ بغداد میں حضرت شیخ ممشادؒ خلقِ خدا کی راہنمائی میں مصروف تھے۔

چالیس روز کے با مشقت سفر کے بعد بغداد پہنچے اور شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی۔ شیخ نے فرمایا: ”اے ابو اسحاق! درویشی ایک کٹھن منزل ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں فنا ہونے اور نفسانی خواہشات کو ختم کرنے کا نام درویشی ہے“۔ آپؒ نے عرض کی: ”بندہ آپؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہے۔ آپؒ کی نظر سے درویش ہو جائے گا“۔ شیخؒ نے اپنے سایۂ عاطفت میں لے کر بیعت کر لیا اور فرمایا: ”اے ابو اسحاق! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ تو کامل درویش ہو جائے۔ تیرے فرزند بھی درویش ہوں۔ جو تیرا اور تیرے فرزندوں کا مرید ہو وہ اہلِ نعمتِ خداوندی ہو جائے“۔ شیخ ابو اسحاق شامیؒ کو اپنے مرشدؒ سے کئی نسبتیں حاصل ہوئیں جن میں سے چند کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- **سلسلہ عالیہ علویہ حسنیہ زیدیہ عیاضیہ ادھمیہ ھبیریہ:** خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت علیؓ ابن ابی طالب، حضرت خواجہ حسنؒ بصری، حضرت عبدالواحدؒ بن زید، حضرت فضیلؒ بن عیاض، حضرت ابراہیمؒ بن ادھم، حضرت بدرالدین حذیفہؒ مرعشی، حضرت امین الدین ابو ہبیرہؒ بصری، حضرت ممشاد علوؒ دینوری۔
- **سلسلہ عالیہ علویہ کمیلیہ زیدیہ عیاضیہ ادھمیہ ھبیریہ:** خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت علیؓ ابن ابی طالب، حضرت امام کمیلؒ بن ذیاد، حضرت عبدالواحدؒ بن زید، حضرت فضیلؒ بن عیاض، حضرت ابراہیمؒ بن ادھم، حضرت بدرالدین حذیفہؒ مرعشی، حضرت امین الدین ابو ہبیرہؒ بصری، حضرت ممشاد علوؒ دینوری۔
- **سلسلہ عالیہ سادات کرام حسن حسنیہ زیدیہ عیاضیہ ادھمیہ ھبیریہ:** خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت علیؓ ابن ابی طالب، حضرت امام حسنؓ، حضرت خواجہ حسنؒ بصری، حضرت عبدالواحدؒ بن زید، حضرت فضیلؒ بن عیاض، حضرت ابراہیمؒ بن ادھم، حضرت بدرالدین حذیفہؒ مرعشی، حضرت امین الدین ابو ہبیرہؒ بصری، حضرت ممشاد علوؒ دینوری۔

- **سلسلہ عالیہ سادات کرام باقر ادھمیہ ھبیریہ:** خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم، حضرت علیؓ ابن ابی طالب، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام زین العابدینؒ، حضرت امام باقرؒ، حضرت ابراہیمؒ بن ادھم، حضرت بدرالدین حذیفہؒ مرعشی، حضرت امین الدین ابو ہبیرہؒ بصری، حضرت ممشاد علوؒ دینوری۔
- **سلسلہ عالیہ اویسیہ ادھمیہ ھبیریہ:** خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم، حضرت معمر الجیلیؓ، حضرت اویس قرنیؒ، حضرت عمرانؒ سویزی بن زید راعی، حضرت ابراہیمؒ بن ادھم، حضرت بدرالدین حذیفہؒ مرعشی، حضرت امین الدین ابو ہبیرہؒ بصری، حضرت ممشاد علوؒ دینوری۔
- **سلسلہ عالیہ علویہ اویسیہ عیاضیہ ادھمیہ ھبیریہ:** خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم، حضرت علیؓ ابن ابی طالب، حضرت اویس قرنیؒ، حضرت موسیٰ راعیؒ، حضرت خواجہ ابو عمران راعیؒ، حضرت فضیلؒ بن عیاض، حضرت ابراہیمؒ بن ادھم، حضرت بدرالدین حذیفہؒ مرعشی، حضرت امین الدین ابو ہبیرہؒ بصری، حضرت ممشاد علوؒ دینوری۔

شیخؒ نے فرمایا: ”ابو اسحاق! اہلِ دنیا سے علیحدہ رہنا۔ فقر و فاقہ کو اختیار کرنا۔ فقیروں اور مسکینوں سے پیار رکھنا اور ملک ایران کے قصبہ چشت میں چلے جاؤ وہاں ایک شخص احمد نامی مرید ہو گا۔ قیامت تک تمہارے سلسلہ کے لوگ چشتی کہلائیں گے“۔ یوں تمام نسبتیں مل گئیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کی بنیاد پڑی۔ آپؒ کو شیخؒ نے خرقۂ خلافت عطا فرمایا، بحکمِ الٰہی چشت کی طرف روانہ فرمایا اور دعا فرمائی۔

الٰہی تابود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

شیخ ابو اسحاق شامیؒ پابندِ شریعت اور شائقِ سماع تھے۔ سماع کی حالت میں آپ کو ہوش نہ رہتا۔ اس زمانے میں آپؒ کے سماع سننے پر کسی نے اعتراض نہیں کیا بلکہ آپؒ کی محفل کو دیکھنے کے بعد اسے مباح قرار دیا گیا۔ آپؒ محفل سے تین دن پہلے سماع میں شامل ہونے والوں کو اطلاع دیتے، ظاہر و باطن صاف کرنے کا حکم دیتے، ذکر و فکر میں مشغول رہنے اور شب بیداری کا حکم فرماتے۔

یہ ہے اہلِ چشت کا میکدہ یہاں بادہ نوشی سے کام ہے
یہاں مے کشوں کا ہجوم ہے یہاں فیض خواجہؒ کا عام ہے
یہاں نورِ نورِ مبین ہے کہ فروزاں شمعِ یقین ہے
یہ فضا بھی کیسی حسین ہے، یہاں مے ہے ساقی ہے جام ہے
یہ ہے جلوہ گاہِ وفا نشاں یہ ھے میرے خواجہؒ کا آستاں
یہاں کاکیؒ بھی ہے فریدؒ بھی یہاں صابرؒ اور نظامؒ ہے
یہاں اہلِ وجد کی عید ہے یہ جہاں زماں سے بعید ہے
نہیں فاصلے یہاں وقت کے نہ یاں صبح ھے نہ یاں شام ہے

جو ذرا سی پی کے بہک گیا اُسے میکدے سے نکال دو
یہاں اہلِ ظرف کی بات ہے کہ یہ میکدے کا نظام ہے
جو رقیب مجھ سے ہوا خفا تو کسی نے بڑھ کے یہ دی صدا
اِسے اِس کے حال پہ چھوڑ دو کہ یہ چشتیوں کا غلام ہے
نہ ہو ربط جس کو نیاز سے جو ہو خالی سوز و گداز سے
ارشاد ایسے بشر کو تو میرا دور ہی سے سلام ہے

کلام: مولانا سید ارشاد علی سراجی حقانی صاحبؒ

سنیے : http://www.haqqaniya.org/Audio/Mehfil/Aug1999/06.ram

آپؒ ارکینِ حکومت سے میل جول رکھنے کے سخت خلاف تھے۔ تمام زندگی میں خلیفہ سے صرف دو بار ملاقات ہوئی۔ پہلی مرتبہ خلیفہ آپ کی بارگاہ میں بارش کی دعا کے لیے حاضر ہوا۔ آپؒ نے محفلِ سماع کے انعقاد کا حکم دیا مگر خلیفہ کو شرکت کی اجازت نہیں دی۔ خلیفہ نے درخواست کی کہ شرکت کی اجازت دی جائے۔ آپؒ نے جواب دیا: اگر تُو ہماری محفل میں شامل ہوا تو ہماری نعمت چھین لی جائے گی۔ خلیفہ نادم ہو کر واپس چلا گیا۔ دورانِ محفل آپؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور اِدھر آپؒ کی اشکوں سے آنسو جاری ہوئے اُدھر بارانِ رحمت کا نزول جاری ہو گیا۔

خلیفہ دوبارہ حاضرِ خدمت ہوا تو آپؒ زار و قطار رونے لگے۔ اہلِ محفل بھی رونے لگے کسی نے پوچھا آپؒ کیوں روتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے کوئی اللّٰہ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ عمل سرزد ہوا ہے جس کی وجہ سے تین دن سے خلیفہ کی شکل دیکھتا ہوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ قیامت کے دن اہلِ دنیا کے ساتھ نہ اٹھایا جاؤں۔ خلیفہ نے عاجزی سے کہا: حضورؒ مجھے کبھی باریابی کا موقعہ دیں۔ فرمایا: اگر تو پھر آئے گا تو ہماری حالت اور زیادہ خراب ہو گی۔

آپؒ نے ۱۴ ربیع الثانی ۳۵۵ھ بمطابق ۹۶۵ء کو انتقال فرمایا۔ آپؒ کا مزارِ اقدس ملک شام کے شہر عکّہ میں واقع ہے۔

بانیٔ سلسلۂ عالیہ سراجیہ حقانیہ حضرت محبوب المشائخ مخدوم عبد الحق سراجی صاحب قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ العزیز ۴۰ سے زائد سلاسل عالیہ سے فیض یافتہ ہیں اور آپ پر غلبہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کا ہے۔ تفصیل سلسلہ کی یوں ہے: حضرت عبد الحق فاروقی سراجیؒ، حضرت شاہ سراج الحقؒ، مرشدِ پاکاں سید صوفی محمد حسین شاہ مرادآبادیؒ، حضرت شاہ علی حسینؒ، حضرت محمد شاہ محمود الحقؒ، حضرت میاں غلام حسین حریفؒ، حضرت خواجہ عبد الرّحمن خانؒ، حضرت شاہ عبد الکریم ملا اخونؒ، حضرت شاہ محمد عنایت اللّٰہؒ، حضرت سید محمد سعید میراں بھیکھؒ، حضرت شیخ سید ابو المعالی اَنبھیٹویؒ، حضرت شیخ

محمد داؤد گنگوہیؒ، حضرت شیخ محمد صادق گنگوہیؒ، حضرت شیخ ابو سعید گنگوہیؒ، حضرت شیخ نظام الدین فاروقی بلخیؒ، حضرت شیخ جلال الدین محمود فاروقیؒ، حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ محمد فاروقیؒ، حضرت شیخ عارف فاروقیؒ، حضرت مخدوم شیخ احمد عبد الحق فاروقیؒ، حضرت شیخ جلال الدّین پانی پتیؒ، حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ، حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابرؒ، حضرت شیخ فرید الدین مسعود شکر گنجؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکیؒ، حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتیؒ، حضرت خواجہ عثمانُ ہارونیؒ، حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ، حضرت خواجہ شیخ قطب الدینُ مودود چشتیؒ، حضرت خواجہ شیخ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ، حضرت خواجہ محمد زاہد چشتیؒ، حضرت خواجہ احمد ابدال چشتیؒ، شیخ سَرِ سلسلۂ چشتیاں حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی چشتیؒ، حضرت شیخ علو ممشاد دینوریؒ، حضرت شیخ ابو ہبیرہ بصریؒ، حضرت شاہ حذیفہ المرعشیؒ، حضرت سلطان ابراهیم ادھم البلخیؒ، حضرت خواجہ فضیل ابن عیَّاضؒ، حضرت خواجہ عبد الواحد ابن زیدؒ، حضرت خواجہ امام حسن البصریؒ، مَدِیْنَۃُ الْعُلُوْمِ وَ الْمَطَالِبُ اِمَامَ الْاَوْلِیَاءُ حضرت علی ابن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ رَحْمَۃً الِّلْعٰلَمِیْنَ شَفِیْعَ الْمُزْنِبِیْنَ خَاتِمَ النَّبِیّنَ حضرت مُحَمَّدِ ِالْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔

دیگر چشتیہ سلاسل جن سے حضرت مخدوم عبد الحق سراجی صاحب قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ العزیز کو فیض حاصل ہوا، ان میں سلسلہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ سعیدیہ محمدیہ سراجیہ، سلسلہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ کریمیہ فقیریہ محمدیہ سراجیہ، سلسلہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ نوازشیہ محمدیہ سراجیہ، سلسلہ چشتیہ نظامیہ کریمیہ محمدیہ سراجیہ، سلسلہ چشتیہ نظامیہ برکتیہ محمدیہ سراجیہ، سلسلہ چشتیہ نظامیہ جمالیہ برکتیہ محمدیہ سراجیہ، سلسلہ چشتیہ نظامیہ نصیریہ گیسودرازیہ قدوسیہ محمدیہ سراجیہ، سلسلہ چشتیہ نظامیہ افلحیہ قدوسیہ محمدیہ سراجیہ، سلسلہ چشتیہ قطبیہ کریمیہ محمدیہ سراجیہ اور سلسلہ چشتیہ قلندریہ قدوسیہ کریمیہ محمدیہ سراجیہ شامل ہیں۔

ذالك فضل اللّٰہ یوتیہ من یَّشآء
و اللّٰہ ذو الفضل العظیم

حوالاجات:

۱۔ سفینۃ الاولیاء از شہزادہ دارا شِکوہ قادری۔
۲۔ اخبار الاخیار از حضرت عبد الحق محدث دھلوی رحمت اللّٰہ علیہ۔
۳۔ نفحات الانس از مولانا نور الدین محمد عند الرحمٰن جامی رحمت اللّٰہ علیہ۔
٤۔ شمیمِ ولایت از حضرت ابو مظہر سراجی غنوئی دامت برکاتھم العالیہ۔
۵۔ ہشت بہشت از عنصر سراجی نواب دینی دامت برکاتھم العالیہ۔
٦۔ سلاسل اربعین از مرشدِ پاکاں سید صوفی محمد حسین شاہ مراد آبادی رحمت اللّٰہ علیہ۔

خواجہ غریب نوازؒ

(خواجہ معین الدّین حسن سجزی چشتی اجمیری رحمۃ اللّٰہ علیہ)

آپ کا نام حسن ہے اور القابات بے تحاشہ ہیں جن میں معین الدّین، معین الاولیا، خلیفۃ الرّسول فی الہند، ہِندُالولی اور غریب نواز، شہنشاہِ مشائخ، سلطان العارفین، بُرہان العاشقین، شیخ الاسلام، سلطان الہند، نائبِ رسول فی الہند، صدرِ بزمِ چشتیاں اور غریب نواز زیادہ مشہور ہیں۔ آپ حسنی و حسینی ہیں۔

آپ کا شجرہ نسب یوں ہے: خواجہ حسن سجزِی بِن غیاث الدّین بِن خواجہ کمال الدّین بِن سیّد احمد حسین بن سیّد طاہر بِن سیّد عبد العزیز بن سیّد ابراہیم بن سیّد امام موسیٰ علی رضا بن سیّدنا امام موسیٰ کاظم بن امام جعفرصادق بن سیّدنا امام باقر بِن سیّدنا امام زین العابدین بن سیّدنا شہزادہ کونین امام حسین بن امیرالمومنین علی المرتضٰی رضی اللّٰہ عنہم۔

آپ علاقہ سجستان ۵۳۷ھ مطابق ۱۱۳۹ء میں عالمِ شہود میں تشریف لائے۔ سجستان کی نسبت سے بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کو سجزی کہا ہے لیکن عموماً حسن سنجری معروف ہیں۔ صاحبِ سَیرُالاولیاء نے آپ کو سجزی لکھا ہے۔ حضرت محمد غوثیؒ نے اِس کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں "قصبہ سنجر علاقہ سجستان میں پیدا ہوئے"۔ اس لحاظ سے سنجری اور سجزی دونوں درست ہیں۔ اہل تصوّف کو ان باتوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ جب سے اِن فضول باتوں میں یہ لوگ داخل ہوئے ہیں اپنا عملی مقام کھو بیٹھے ہیں۔

آپ نے گیارہ سال تک نہایت نازونعم میں پرورش پائی۔ گیارہ سال کی عمر میں والدِ بزرگوار انتقال فرما گئے۔ آپ کے دو بھائی حقیقی اور تھے۔ جائیداد تقسیم ہوئی حضرت کے حصّہ میں ایک باغ و دیگر سامان آیا۔ آپ کی زندگی بڑے آرام سے گزرنے لگی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ باغ میں تشریف فرما تھے کہ باغ میں ایک مجذوب (سیّدنا ابراہیم قلندرؒ) داخل ہوئے۔ خواجہ نے قلندر کو سلام کیا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے ان کو بٹھایا۔ شیریں اورخوشنما خوشۂ انگور پیشِ خدمت کیا۔ قلندر نے انگور برغبتِ تمام نوش فرمائے۔ بعد ازاں اپنی بغل سے تھوڑی سی کِھلی نکال کر اوّل اپنے منہ میں ڈال کر چبائی اور پھر وہی کِھلی اپنے منہ سے نکال کر خواجہ کے دہن میں ڈال دی۔ خواجہ پر اُسی آن انوارِ الٰہی جلوہ گر ہوئے۔ دنیا سے دل اُچاٹ ہو گیا۔ باغ اور جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوفروخت کر کے رقوم مساکین و غرباء میں تقسیم کر دی اور مہاجر الی اللّٰہ بن کر والدہ معظمہ سے اِجازت طلب کر کے رونق بخش سمر قند ہوئے۔ سمر قند میں اوّل قرآن مجید حِفظ کیا اور علومِ ظاہری کی تکمیل کی۔ اس کے بعد اہل اللّٰہ کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ لہٰذا علماء و صوفیاء کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوتے قصبہ ہارون علاقہ نیشا پور میں وارد ہو کر قدوۃالاولیاء خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

خواجہ معین الدّین حسن سنجری جونہی خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی بارگاہ میں حا ضر

ہوئے۔ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ ہی نے عرش تا تحت الثّریٰ روشن کر دیا اور فوراً بعیت کر لی۔ ڈھائی سال تک نفس کُشی کے لئے چلّہ کیا (اذکار الا برار)۔ اس کے بعد ساڑھے بیس سال تک مرشد کے ہمراہ سفر کیا۔ مرشد کا کل سامان اپنے کندھوں پر اٹھائے رکھا۔ ملاقات کے ڈھائی سال بعد مرشدِ کامل نے خرقہ خلافت عطا فرما دیا۔ بیعت اور اپنے سفر کے بارے میں آپ اپنی تصنیف انیس الارواح مین فرماتے ہیں:

''بسم اللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریمؐ۔ الحمد اللّٰہ رب العلمین والعاقبتہ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمدؐ والہ واصحابہ اجمعین۔ اللّٰہ عزوجل تجھے نیک بنا دے۔ تجھے معلوم ہو کہ جو نبیوں علیھم السلام کی خبریں اور نشانیاں اور ولیوں کے اسرار اور انوار عابدوں کے سردار اور عارفوں کے چاند اہل ایمان کے معزز اور نیکی اور احسان کے وافر شیخ بزرگ خواجہ عثمان ہرونی رحمتہ اللّٰہ علیہ کی زبان سے سننے میں آئے ہیں اس رسالے میں جس کا نام انیس الارواح ہے لکھے گئے ہیں۔ الحمد اللّٰہ رب العلمین مسلمانوں کے دعاء گو فقیر حقیر کمترین بندگانِ معین حسن سنجری کو شہر بغداد میں خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللّٰہ علیہ کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمتہ اللّٰہ علیہ کی قدم بوس کی سعادت نصیب ہوئی اور اس وقت معزز مشائخ بھی خدمت میں حاضر تھے۔ جونہی بندہ نے سر زمین پر رکھا آپ نے فرمایا کے دو گانہ ادا کر۔ میں نے ادا کیا پھر فرمایا قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ سورۃ البقرہ پڑھ۔ میں نے پڑھی۔ پھر فرمایا اکیس مرتبہ کلمہ سبحان پڑھ۔ میں نے پڑھا۔ بعد میں خود کھڑے ہو کر منہ آسمان کی طرف کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے تجھے اللّٰہ عزوجل تک پہنچا دیا۔ جونہی یہ فرمایا قینچی اپنے دستِ مبارک میں لے کر میرے سر پر چلائی اور چار ترکی کلاہ اس عقیدت مند کے سر پر رکھی اور خاص گدڑی عنایت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ہمارے خانوادے میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہوتا ہے۔ آج کی رات اور آج کا دن مجاہدے میں مشغول رہو۔ آپ کے ارشاد کے مطابق میں نے ایک دن اور ایک رات گزارے۔ جب دوسرے دن خواجہ علیہ رحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: بیٹھ! اور ایک ہزار مرتبہ سورہ الاخلاص پڑھ۔ میں نے پڑھی۔ فرمایا: اوپر کی طرف دیکھ۔ جونہی میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی آپ نے فرمایا: تجھے کیا دکھائی دیتاہے؟ میں نے عرض کی کہ عرش عظیم تک سب کچھ دکھائی دیتاہے۔ پھر فرمایا: زمین کی طرف دیکھ۔ جب میں نے زمین کی طرف دیکھا تو فرمایا: کہاں تک تجھے دکھائی دیتاہے؟ میں نے عرض کی حجاب عظمت تک۔ فرمایا: آنکھ بند کر۔ جب میں نے بند کی فرمایا: کھول۔ میں نے کھولی۔ مجھے دو انگلیاں دکھا کر فرمایا: تجھے کیا دکھائی دیتاہے؟ میں نے عرض کیا کہ اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات۔ جب میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: جا! تیرا کام سنور گیا۔ ایک اینٹ پاس رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو الٹ۔ جب میں نے الٹی تو اس کے نیچے ایک مٹھی سونے کے دینار تھے۔ آپ

علیہ الرحمتہ نے فرمایا: اسے لے جا کر فقیروں کو صدقہ کر جب میں نے صدقہ کر دیا تو فرمایا کہ چند روز تک ہماری خدمت میں رہو۔ میں نے عرض کی کہ بندہ فرمانبردار ہے۔ پھر خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمتہ نے خانہ کعبہ کی طرف سفر اختیار کیا۔ اور پہلا سفر دعاء گو کا یہی تھا۔

ایک شہر میں پہنچ کر ہم نے مقربانِ خدا عزوجل کی ایک جماعت دیکھی جن کو اپنے آپ کی ہوش نہ تھی۔ چند روز انہیں کے پاس رہے جواب تک ہوش میں نہیں آئے تھے۔ پھر خانہ کعبہ کی زیارت کی۔ اس جگہ بھی خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خدا عزوجل کے سپرد کر دیا اور خانہ کعبہ کے پر نالے کے نیچے اس درویش کے بارے میں مناجات کی تو آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔ جب وہا ں سے لوٹ کر ہم آقا صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کے لئے آئے تو فرمایا کہ سلام عرض کر۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آواز آئی: وعلیکم السلام اے سمندر اور جنگل کے مشائخوں کے قطب۔ جب یہ آواز آئی تو خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا: آ تیرا کام مکمل ہو گیا۔

اس کے بعد ہم بد خشاں میں آئے اور ایک بزرگ سے ملے جو کہ خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمتہ کے پیش کاروں میں سے تھا اور جس کی عمر سو سال کی تھی۔ وہ اللّٰہ عزوجل کی یاد میں مشغول تھا لیکن اس کا ایک پاؤ ں نہ تھا۔ اس بارے میں جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ نفسانی خواہش کی خاطر میں جھونپڑی سے باہر قدم رکھنا ہی چاہتا تھا کہ غیب سے آواز آئی: اے دعویٰ کرنے والے یہی تیرا اقرا تھا جو تو نے بھلا دیا۔ چھری پڑی تھی۔ میں نے اٹھا کر اپنا پاؤں کاٹ ڈالا اور باہر پھینک دیا۔ اس بات کو چالیس سال کا عرصہ گزر گیا ہے کہ میں نے اپنے پاوں کو کاٹا مگر میں یہ سوچ کر نادم ہوتا ہوں کہ کل درویشوں میں یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا۔ پھر ہم وہا ں سے واپس چلے آئے اوربخارا پہنچے۔ وہاں کے بزرگوں کو ایک اور ہی حالت میں پایا جن کا وصف تحریر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دس سال تک میں خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں سفر کرتا رہا۔ اس کے بعد آپ سفر سے واپس آئے اور بغداد میں گوشہ نشین ہوئے۔ اس کے بعد پھر دس سال تک لوٹا اور سونے کا کپڑا سر پر لپیٹ کرسفر کرتا رہا۔ پھر جب خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ سے واپس آ کر بغداد میں گوشہ نشینی اختیار کی اور اس درویش کو حکم ہوا کہ میں‌ایک مدت تک باہر نہیں نکلوں گا۔ تجھے لازم ہے کہ چاشت کے وقت آؤ تا کہ میں تجھے فقر کی ترغیب دوں جو کہ میرے بعد میرے مریدوں اور فرزندوں کے لئے میری یادگار رہے۔ بندہ نے حکم کے مطابق اس طرح کیا ۔ ہر روز میں خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور جو کچھ آپ کی زبان گوہر فشاں سے سنتا اس کو لکھ لیتا۔ یہ سب اٹھائیس مجلسوں پر منقسم ہے‘‘۔

آپ نے سفر شروع کیا تو سب سے پہلے قصبہ سنجان میں پہنچے اور حضرت شیخ نجم الدّین کُبریٰ سے ملاقات کی اور ڈھائی ماہ تک آپ سے فیضان حا صل کیا۔ شیخ سے رخصت ہو کر بغداد شریف میں تشریف لائے اور کوہ جودی پر غوثِ اعظم محی الدّین عبدالقادر جیلانی رحمت اللّٰہ علیہ سے ملاقات کی۔ غوثِ اعظم کے پاس ایک حجرہ میں پانچ ماہ اور سات دن چلّہ کیا۔ یہ حجرہ زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ غوثِ الاعظم کے ہمراہ بغداد اور جیلان کی سیر فرمائی اور فیوضِ باطنی حاصل کیا۔ جب غوث اعظم نے برسرِ منبر اِرشاد فرمایا: ”قَدمی ھٰذِہٖ عَلیٰ رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیَّ اللّٰہ (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے)“ اسوقت خواجہ خواجگان رحمۃ اللّٰہ علیہ خراسان میں موجود تھے۔ اسی وقت آپ نے اپنی گردن جُھکا دی تھی۔ جب آپ بغداد میں تشریف لائے تو غوثِ پاک کا قدم مبارک اٹھا کرخود اپنی گردن پر رکھا۔

ایک دن مسجدِ نبویؐ میں عبادت میں مصروف تھے کہ روضۂ اقدس سے آواز آئی: ”اے معین الدّین حسن! تو ہمارے دین کا معین ہے۔ ہم نے تمھیں ہندوستان کی ولایت عطا فرمائی۔ اجمیر میں جا کر اقامت اختیار کر“۔ عرض کی: ”یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم! میں نے ہندوستان نہیں دیکھا“۔ اُسی وقت آپ کو ہندوستان کی سیر کرائی گئی اور تمام راستے واضح کئے گئے اور مقامِ اجمیر دکھایا گیا۔

صاحبِ تزکرۂ اولیائے ہندوپاک جناب مرزا محمد اخترصاحب دہلوی نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے تا قدومِ میمنت لزوم حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللّٰہ علیہ کے کوئی نبی یا ولی واردِ ہندوستان نہیں ہوا۔ تمام ہند ظلمت و کفر سے تیرہ وقارتھا۔ حضرت نے بحکم رسول معظم صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم اور حسبِ قوّت ولایت خود گمراہانِ ہند کو راہ راست پر لا کر ان کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرمایا (واللّٰہ اعلم)۔

تاریخ مشائخ چشت کا مصنف رقمطراز ہے: ”حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللّٰہ علیہ نے چھوت چھات کے اس بھیانک ماحول میں اسلا م کا نظریۂ توحید عملی حیثیت سے پیش کیا اور بتایا کہ یہ صرف تخیّلی چیز نہیں ہے بلکہ زندگی کا ایک ایسا اصول ہے جس کو تسلیم کر لینے کے بعد ذات پات کی سب تفریق بے معنی ہو جاتی ہے۔ یہ ایک زبردست دینی اور سماجی انقلاب کا اعلان تھا“۔

خواجہ اجمیر کی زندگی بہت سادہ لیکن دلکش تھی۔ ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی انقلاب کے یہ بانی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتے تھے۔ پانچ مثقال سے زیادہ کی روٹی کبھی افطار میں میسّر نہ آتی تھی لیکن نظر کی تاثیر کا یہ عالم تھا جس کی طرف دیکھ لیتے معصیّت کے سوت اُس کی زندگی میں خشک ہو جاتے۔ اہلِ ہند نے کوئی رشی مہنت گورو ایسا سُنا تھا اور نہ کبھی دیکھا تھا۔ خواجہ کی عملی زندگی نے اس قدر اثر کیا کہ لوگ زندگی کا لطف اُٹھانے کے لیے دھڑا دھڑ لا اِلٰہَ اللّٰہُ مُحَمّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ پڑھنے لگے۔

شبِ انتقال چند بزرگانِ دین نے خواب میں حضور سرور انبیاء علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دین کا معین حسن سنجری آ رہا ہے میں اسکے استقبال کو آیا ہوں۔ سبحان اللّٰہ (سیر الاولیاء)۔ جس شب آپکا انتقال ہُوا (٦ رجب ۶۳۳ھ بروز ہفتہ مطابق ۱۲۳۵ء بعُمر تقریباً ۹۲ سال بعہد سلطان شمس الدین التمش) تمام احباب سے علیحدہ ہو کر حجرہ مبارک بند کر لیا۔ جو حضرات حجرہ کے باہر تھے

انہوں نے حجرہ کے اندر پاؤں کی آہٹ سنی گویا عاشقانِ پاک طنیت وجد کر رہے ہوں آخر شب وہ آواز بند ہو گئی۔ نماز فجر کے وقت مریدین نے دستک دی لیکن کوئی جواب نہ پا کر دروازہ کھولا تو آپ انتقال فرما چکے تھے اور سیمائے نورانی پر یہ عبارت بخطِ جلی لکھی دیکھی: حَبِیبُ اللّٰہ مَاتَ فِيُ حُبِّ اللّٰہِ (اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں فنا ہوا)۔ روضہ مطہرہ اجمیر شریف میں ہے۔

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۔ ارۡجِعِیۡٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً

(الفجر: آیت ۲۷۔۲۸)

جلوۂ شانِ حق عیاں خواجۂ خواجگاں سے ہے
شوکت و شانِ چشتیاں خواجۂ خواجگاں سے ہے
تازہ حرم کی داستاں خواجۂ خواجگاں سے ہے
پیدا نشانِ بے نشاں خواجۂ خواجگاں سے ہے
دشت میں کوہسار میں، ہند کے ہر دیار میں
شورِ تحیّت و اذاں خواجۂ خواجگاں سے ہے
سوز و گُدازِ عاشقاں، راز و نیازِ عارفاں
رقص و سرورِ چشتیاں خواجۂ خواجگاں سے ہے
خواجہ کے در پہ تاجور، آتے ہیں سب جُھکا کے سر
کتنا بلند آستاں خواجۂ خواجگاں سے ہے
راہِ وفا میں تیز گام، اہلِ طلب میں صبح و شام
اپنا رواں یہ کارواں خواجۂ خواجگاں سے ہے
خواجہ کے نام کی لگن، اِرشادؔ کو ہے رات دِن
زندہ یہ اُن کا نیم جاں خواجۂ خواجگاں سے ہے

کلام: مولانا سید ارشاد علی سراجی حقانی صاحبؒ

سنیے: http://www.haqqaniya.org/Audio/Mehfil/Aug1999/04.ram

حوالاجات:

۱۔ شمیمِ ولایت از حضرت ابو مظہر سراجی غنوئی دامت برکاتہم العالیہ۔

۲۔ ہشت بہشت از عنصر سراجی نواب دینی دامت برکاتہم العالیہ۔

پیرِ کامل

(فخرِ سلسلہ عالیہ سراجیہ حقانیہ سیدنا محمد ریاض الحق قریشیؒ)

برصغیر پاک و ہند کی ولایت کا تاج سلطانِ دوجہاں صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت سیّدنا خواجہ معین الدّینؒ حسن چشتی سجزی کے سر پر رکھا ہے۔ خواجہؒ بزرگ وہ آفتابِ ولایت ہیں جس کی کرنیں ابدالآباد تک دِلوں کو نورِ معرفت سے منور کرتی رہیں گی۔ ہندوستان کی بادشاہتیں ٹوٹتی رہیں، بنتی رہیں لیکن اہلِ چشت کی وہ سلطنت جس کی بنیاد خواجہ اجمیریؒ نے رکھی اُس کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ زمانہ کیسا بھی ہو چشت اہلِ بہشت کے ڈنکے بجتے رہے ہیں اور بجتے رہیں گے۔

جہاں میں ہر طرف ہے عام شہرہ میرے خواجہؒ کا
جدھر دیکھو نظر آتا ہے جلوہ میرے خواجہؒ کا

تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں جن ہستیوں نے خواجہ اجمیریؒ کے علمِ ولایت کے زیرِ سایہ چراغ روحانیت روشن کئے اُن میں ایک ہستی محبوب المشائخ ابو الریاض فیض السّراج مخدوم محمد عبدالحق فاروقی چشتی صابری سراجیؒ کی ہے۔ آپ سراج السّالکین قبلہ عالم حضرت محمد شاہ سراج الحقؒ گورداسپوری کے صاحبِ ارشاد خلفاء میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کا آستانۂ عالیہ سنت نگر لاہور میں واقع تھا۔ ہزاروں طالبانِ حق آپ کے فیوض و برکات اور تجلیّات سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ آپ نے لِلّٰہیت اور حُبِّ رسالت مآبؐ کے انوار عام کئے اور خواجہ معین الدّینؒ چشتی اجمیری کے افکارِ روحانی سے دلوں کو روشن کیا۔ آپ نے عشقِ رسولؐ کی جو وراثت اپنی سلبی اور روحانی اولاد کو عطا کی وہ بحمداللّٰہ قائم و دائم ہے۔ آپ کی زبانِ مبارک پر ہمیشہ ایک دُعا رہتی تھی گویا آپ کی اس دُعا کو شرفِ قبولیت حاصل ہوا:

رہے سرسبز دائم یا الٰہی یہ چمن میرا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

حضرت مخدوم محمد عبدالحقؒ فاروقی سراجی کے بہت سے خلفاء اُن کے فیوض و برکات مخلوقِ خدا میں بانٹتے رہے ہیں اور آج بھی بانٹ رہے ہیں۔ حضرت کو آپ کے مرشدِ کامل نے خلافت و ارشاد کی جس نعمتِ خاص سے سرفراز فرمایا تھا آپ نے وہ اپنی روحانی اور سلبی اولاد میں بلا امتیاز تقسیم کی اور اپنے بڑے صاحبزادے حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانیؒ کو اپنی دستارِ خاص عطا فرمائی۔ حضرت مخدوم محمد عبدالحقؒ فاروقی سراجی خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدّینؒ حسن چشتی کی نیابتِ خاص کے مقام پر

فائز تھے۔ اُن کے اس مقام و مرتبہ کی حقیقی تصویر جناب اکرام الحق فاروقی دامت برکاتہم العالیہ کے اِن اشعار میں دِکھائی دیتی ہے:

جبینِ عبدِحقؒ میں نورِ خواجہ جلوہ گر دیکھا
وہی تیور وہی ابرو ہے نقشہ میرے خواجہؒ کا
وہی باتیں وہی گھاتیں وہی محفل وہی مستی
انہی کے چہرے بشرے میں ہے جلوہ میرے خواجہؒ کا

حضرت محمد ریاض الحقؒ قریشی اپنے قال و حال، گفتار و کردار اور اشغال و اطوار میں قبلہ عالم مخدوم حضرت محمد عبدالحق فاروقیؒ کے انوار و تجلیّات کا پیکر تھے اور قبلہ عالم آپ کی سعادت مندی پر فخر کرتے تھے اور نازاں رہتے تھے۔ حضرت محمد ریاض الحقؒ قریشی ۲۷ جولائی ۱۹۲۵ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ یہ محرم الحرام کا مہینہ تھا۔ آپ بچپن ہی سے بہت سعادت مند اور ہونہار تھے۔ بلوغت سے بہت پہلے ہی نماز روزے کی پابندی فرمانے لگے تھے۔ عربی، فارسی، علمِ شریعت، علم تصوّف، روحانیت، طبّ اور حکمت کی بہاریں تو گھر پر ہی تھیں۔ میٹرک کا امتحان دیا تو ضلع بھر میں اوّل رہے۔ والدِ گرامی کا دستِ راست بننے کے لیے تعلیم ادھوری چھوڑ کر Reserve Bank of India لاہور میں ملازم ہو گئے۔ چند ماہ بعد ہی پاکستان بن گیا اور یہ بنک سٹیٹ بنک آف پاکستان بن گیا۔ آپ نے بنکنگ کی تعلیم جاری رکھی اور اسٹیٹ بنک کے پروفیشنل ڈیپارٹمنٹل امتحان میں پاکستان بھر میں نمایاں حیثیت حاصل کی۔ بنک کی طرف سے آپ کو برطانیہ بھیجنے کے احکامات جاری ہوئے لیکن آپ نے اپنے والدِ گرامی کے حکم پر اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ آپ اسٹیٹ بنک میں اہم عہدوں پر کام کرتے رہے۔ آپ نے دیانت و امانت، حق گوئی و بیباکی اور اخلاقی جرأت کے انمٹ نقوش قائم کیے اور حصولِ رزقِ حلال آپ کا نصب العین رہا۔ یہ چند باتیں صرف آپ کے معاشرتی تعارف کی خاطر لکھی گئی ہیں۔

احوال و آثار:

سیّدی مرشدی حضرت محمد ریاض الحق قریشیؒ نے اپنی عمرِ عزیز لِلّٰہیت اور حُب رسالتمآبؐ میں صرف کی۔ ذکرِ رسالت مآبؐ آپ کا سرمایۂ افتخار ہے۔ آپ نے ماڈل ٹاؤن لاہور کے گھر گھر میں سرکارِ مدینہ کے میلاد کی محفل سجا دی۔ آپ کی روحانیت، سلوک و معرفت، تصوّف، مجاہدے، مراقبے سب کچھ سرکارِ مدینہؐ کی ثنا خوانی ہی میں پوشیدہ تھا۔ آپ نے روحانیت اور تصوّف کی منازل اور مدارج حب رسولؐ اور ذکرِ رسولؐ سے حاصل کیے گویا آپ کی یہ کیفیت رہی:

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
اِلّا حدیثِ یار کے تکرار می کنیم

محفلِ میلاد میں آپ پر حضور، محویت، خود سپردگی، استغراق اور سرور کی کیفیتیں طاری رہتی تھیں، ذوق و شوق اور سوز و گداز آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ آپ کو اِس بات کا عین الیقین اور حق الیقین تھا کہ جناب رسالتمآبؐ اپنی محفلِ میلاد میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اہلِ نظر لوگ آپ کی محفل میں سرکارِ مدینہؐ کی تشریف آوری کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ ایسے نعتیہ اشعار پر جن میں سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر ہوتا بے خود ہو جاتے، بار بار پڑھواتے، خود بھی پڑھتے اور مؤدب کھڑے رہتے۔

آپ جب سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کی ثنا خوانی کی محفل میں موجود ہوتے تو آپ کو وقت کی پروا نہ رہتی۔ آپ اُن لوگوں پر حیرت و استعجاب کا اظہار فرمایا کرتے تھے جو میلاد النبیؐ کی محفل میں بیٹھ کر گھڑیاں دیکھتے ہیں۔ آپ کا جی چاہتا تھا کہ یہ جو درود و سلام کی محفل سجی ہے کبھی اختتام پزیر نہ ہو اور ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ لوگ وقت اور طوالت کا شکوہ کرتے تو فرماتے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری ہو تو پھر وقت پر نظر نہیں جاتی۔ ایسے موقعوں پر آپ عموماً یہ اشعار دہرایا کرتے:

وہ اور ہی ہوں گے جو پلٹ جاتے ہیں آکر
ہم در سے نہ اُٹھنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں

آپ اپنے گھر میں سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کی ثنا خوانی کی ماہانہ اور سالانہ محفلیں سجاتے۔ حضور صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کے نعت خوانوں کا بہت احترام کرتے۔ اُن کے لیئے کھڑے ہو جاتے اور جان و مال سے اُن کی خدمت فرماتے۔ آپ نے جن محافل کے انعقاد کی بنیاد رکھی تھی وہ آپ کے فیضانِ حُبِ رسولؐ سے جاری و ساری ہیں اور آپ کی اولاد بلکہ اولاد در اولاد سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کی نعت خوانی میں مشغول و مصروف رہتی ہے۔ آپ خود بھی سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کی نعت لکھتے تھے اور نہایت خوش الحانی سے پڑھتے بھی تھے۔ آپ نے جو چند نعتیں دربارِ رسالتِ مآبؐ میں حاضری کے وقت لکھی ہیں اُن کی تاثیر سے اہلِ دِل کو مدینہ کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔ نعت گوئی اور نعت خوانی کی جو جاگیر آپ کو اپنے والدِ گرامی اور شیخِ پاک مخدوم محمد عبد الحق فاروقی چشتیؒ سے حاصل ہوئی ہے وہ اُن کی اولاد در اولاد بھی حصّے میں آئی ہے۔

حضرت محمد ریاض الحق قریشی چشتیؒ فنافی الشیخ اور فنا فی الرّسولؐ کے درجے پر فائز تھے۔ معمولی معمولی باتوں میں بھی حضور صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کی سنّتِ مبارکہ کا خیال رکھتے تھے۔ آپ کے کلام

و بیان کا مرکز و محور حُب رسالت مآبؐ رہتا۔ آپ نے ایک طویل عرصہ قبلہ قاری غلام رسول صاحب زینت القراء کی مسجد دار القران گارڈن ٹاؤن لاہور میں جمعہ اور عیدین کا خطبہ اِرشاد فرمایا ہے۔ ہزاروں سامعین کے دِلوں میں آپ کا بیان سُن کر شمع حُب رسالت مآبؐ روشن ہوئی۔ آپ ذِکرِ رسالت مآبؐ کے حوالے سے اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد
(عشق صِرف محبوب کے دیدار سے پیدا نہیں ہوتا
بلکہ یہ دولت اکثر محبوب کی باتوں سے بھی حاصل ہو جاتی ہے)

آپ کے معمولات اور اوراد و وظائف میں درود و سلام کو کلیدی اور مرکزی حیثیت حاصل رہی خصوصاً درودِ جمالی اور درودِ تاج آپ کے وِردِ زبان رہتا۔ درودِ تاج کی تلاوت جس ذوق و شوق، سوزو گداز اور خوش الحانی کے ساتھ فرمایا کرتے وہ اُنہیں کا حصّہ ہے۔ نمازِ تہجّد کے وقت عموماً بلند آواز میں کھڑے ہو کر دربارِ رسالت مآبؐ میں درود و سلام پیش کیا کرتے۔ کسی آشنا یا اجنبی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ دربارِ رسالت مآبؐ کی حاضری کو جا رہا ہے یا واپس آیا ہے تو بڑے اہتمام کے ساتھ اُس کی ملاقات کے لیے جاتے اور زائرِ مدینہ کے سامنے مؤدب بیٹھے رہتے۔ دربارِ رسالت مآبؐ کی حاضری کو جانے والوں کی خدمت میں حفیظ جالندھری کے یہ اشعار پیش فرماتے:

یثرب کو جانے والے میرا سلام لے جا

حب رسالت مآبؐ کے ساتھ ساتھ حب شیخِ پاکؒ آپ کی خصوصی کیفیّت رہی ہے بلکہ حُب نبیؐ اور حُب شیخ آپ کی شخصیّت میں ایک وحدت بن کر جلوہ گر ہوتی رہی ہے۔ چشمِ تماشہ نے ایسے فنا فی الشیخؒ اور فنا فی الرسولؐ سالک بہت کم دیکھے ہوں گے۔ آپ اپنے شیخ کی محفلوں میں سر جھکا کر پیکرِ ادب بن کر موجود رہتے۔ آپ کا ایک ایک عمل حُب شیخؒ کا مظہر تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے گھر ماڈل ٹاؤن میں محفلِ میلاد تھی۔ آپ کے شیخِ مکرّم کو پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ نمازِ مغرب کی اِمامت کے لیے آپ کا انتظار ہو رہا تھا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وقت کے پابند نمازیوں کے اصرار پر جماعت کھڑی ہو گئی۔ آپ امامت فرما رہے تھے۔ غالباً دوسرا قیام تھا آپ تلاوت فرمارہے تھے شیخ مکرّم کی آمد کی آواز آپ کے کان میں پڑی تو آپ نے وہیں سلام پھیر دیا اور اُن کی امامت میں از سرِ نو نماز ادا کی گئی۔ آپ کا یہ عمل اہلِ حال کے لیے قابلِ توصیف اوراہلِ ظاہر کے لیے قابلِ اعتراض تھا۔ لیکن آپ اپنے اِس عمل پر ہمیشہ مسرور و نازاں رہے۔ بہر حال ان اعمال کے اسرار سے اہلِ حال ہی واقف ہوا کرتے ہیں۔ حافظ شیرازیؒ نے خوب

کہا ہے:

به مئے سجاده رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کـه سـالك بے خبر نبود ز راه و رسمِ منزلہا

اہلِ روحانیت میں حضرت ریاض الحق قریشی چشتیؒ کی ایك انفرادی خصوصیّت یه تھی که آپ نے لباسِ طریقت میں جُبّه و دستار کی بجائے اسوۂ رسالت مآبؐ کے انوار و تجلیّات سے خود کو مزیّن کرنے کی کوشش کی اور اسوۂ حسنه کی پیروی میں اپنے اندر ایثار، تواضع، حِلم، رواداری، محبّت اور خنده پیشانی کے اوصاف پیدا کیے۔ آپ کے چہرے پر ہمیشه مسکراہٹ اور تبسّم کی لہر موجود رہتی۔ آپ نے کبھی کسی سے بد کلامی اور تلخ کلامی نہیں کی، لوگوں کی ناگوار باتوں پر خاموشی اختیار فرماتے تھے۔ حضرت سیّدنا غوثِ اعظم رحمت اللّٰه علیه کا اِرشادِ گرامی ہے که صوفی وه ہے جس کے لیے اُس کی ہجو کرنے والا اور توصیف کرنے والا دونوں برابر ہو جائیں۔ قبله ریاض الحق قریشیؒ تصوّف کے اِسی درجے پر فائز تھے۔ حسنِ خلق ہی آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی۔ آپ کے عقیدت مند آپ کے خوارق سے بھی واقف ہیں اور اکثر آپ کی کرامات بیان بھی کرتے ہیں، لیکن یه تو معمولی اور حقیر سی باتیں ہیں۔ آپ کی اصل کرامت تو اطاعت و اتّباعِ رسالتِ مآبؐ ہے جو شرابِ حُبِ رسولؐ سے پرورش پاتی رہی۔ حضرت قبله مخدوم عبد الحق فاروقی چشتیؒ فرمایا کرتے تھے که اگر کوئی شخص ہوا میں پرواز کر کے دِکھائے لیکن سنّت و سیرتِ رسولؐ سے بیگانه ہو تو اُس کی حیثیّت مکھی اور مچھر سے زیاده نہیں۔

معاملات کی درستی عبادت و ریاضت سے بڑی چیز ہے۔ قبله نے اپنے سماجی، خاندانی اور معاشرتی معاملات کو اسوۂ حسنه کے آئینے میں نکھار لیا تھا۔ آپ نے قرآن و سنّت کے مطابق والدین، بہن بھائی، عزیز و اقرباء، اولاد اور ہمسایوں کے حقوق اور دیگر حقوق العباد کی همیشه پاسداری کی۔ خاندان کے اندر اور خاندان سے باہر غریبوں، مفلسوں، ضرورت مندوں اور سائلوں کی اپنے وسائل سے زیاده مدد فرماتے اور اولاد کو بھی صدقه و خیرات کی تلقین فرماتے رہتے۔ اپنے پیر بھائیوں اور عقیدت مندوں کی مالی مدد کرنا بھی آپ کا معمول رہا۔ آپ اُن کی غمی خوشی کی تقریبات میں جان و مال سے شریك رہے۔ آپ نے بہت سے ضرورت مندوں کے باقاعده وظائف بھی مقرر کر رکھے تھے۔

صوفیانه خصوصیات میں کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا بھی شامل ہے۔ سرکارِ مدینه صلی اللّٰه علیه و اٰله وسلم نے مومن کی نشانیوں میں یه نشانیاں بھی بتائی ہیں۔ حضرت ریاض الحق قریشی چشتیؒ ہمیشه اِن اوصاف کے حامل رہے ہیں۔ علامه اِقبال ایك جگه لکھتے ہیں که روحانی کیفیات کا ایك بڑا اور اہم ممد و معاون یہی کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط ہے۔ حضور صلی اللّٰه علیه و اٰله وسلم کی ساری حیاتِ طیّبه اِس بات کا ثبوت ہے چنانچه صوفیاء کھانے پینے کے معاملے میں بہت احتیاط برتتے ہیں۔ بہت کم کھانا، بہت کم سونا اور بہت کم بولنا قبله کا معمول رہا ہے۔ آپ عموماً دوسروں کی باتیں سنتے اور تبسّم فرماتے رہتے۔ بِلا ضرورت گفتگو نه فرماتے۔ خنده پیشانی اور تبسّم آپ پر سرکارِ مدینه صلی اللّٰه علیه و اٰله وسلم کے اسوۂ

حسنہ کی خاص عنایت تھی۔ آپ کو کبھی کسی نے کسی کے ساتھ بحث و تکرار کرتے نہیں دیکھا۔

عارفِ رومیؒ نے سِرِّ حق حاصل کرنے کا یہ راز بتایا ہے کہ سالک زمانے کی طرف سے ہونٹ، آنکھ اور کان بند کرلے:

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ یابی سرِّ حق بر ما بخند

حضرت نے مولانا رومؒ کے اِس فرمان کو پلّے باندھ لیا تھا اور سرِّ حق حاصل کر لیا تھا۔ غیر کی طرف سے لب، آنکھ بند کر لینے سے اقلیمِ دوست کے دروازے کُھل جاتے ہیں۔

سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم نے یہ اِرشاد فرمایا ہے کہ دُعا عبادت کا مغز ہے اور یہ مومن کا ہتھیار ہے۔ دُعا تقدیر کو بدل دیتی ہے۔ دُعا کے بارے میں سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم کے فرموداتِ عالیہ کی عملی تعبیرات حضرت قبلہ ریاض الحق قریشی چشتیؒ کی شخصیّت، سیرت و کردار اور معمولات میں جلوہ گر تھیں۔ آ پ صاحبِ دُعا اور مستجاب الدّعوات تھے۔ آپ سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم کے وسیلے سے یقینِ قبولیت کے ساتھ دُعا فرماتے تھے۔ آپ کی پُر تاثیر اور طویل دُعا میں شریک ہونے والوں کو بھی اِس بات کا یقین ہو جاتا کہ یہ دُعا قبول ہو گئی ہے۔ اہلِ نظر نے آپ کی دُعا پر ملائکہ، جنّات اور رجال الغیب کو شامل ہوتے دیکھا ہے۔ غرض آپ سراپا دُعا تھے۔

عُمرِ مبارک کے آخری حصّے میں حُبِّ رسولؐ اور تعلق بالرّسولؐ کے انوار و تجلّیات اور فوق العادت واقعات آپ کی شخصیّت سے دیکھنے والوں پر بھی ظاہر ہونے لگے تھے۔ مجھ عاجز کو بھی کئی مرتبہ آپ کی کرامتِ محبّتِ رسولؐ کا مشاہدہ ہوا ہے۔ میں صِرف اِس قدر کہنے پر اکتفا کروں گا کہ آپ کو صِرف خواب میں نہیں بلکہ جاگتے ہوئے بھی دیدارِ رسولؐ کی نعمت حاصل رہی۔

اب وصل کے سب دِن ہیں، اب وصل کی سب راتیں
اب جلوت و خلوت میں ہیں اُن سے ملاقاتیں

وصال سے پہلے آپ چند روز بیمار رہے، ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق دِل کا مسئلہ تھا۔ آپ اکثر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے دِل کے مقام پر ''اِسمِ محمدؐ'' لکھتے تھے اور اقبال کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

عیادت کے لیے آنے والوں کے ساتھ محمد مصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم ہی کی باتیں فرماتے رہتے تھے۔ ڈاکٹروں کے مطابق بیماری کی نوعیت کوئی بھی ہو لیکن آپ کی اِس بیماریٔ دِل کا راز کچھ اور تھا۔ آپ بار بار خسروؒ کا یہ شعر پڑھتے تھے:

عیادت می کُنی بیمارِ خود را
مرا ایں ارزو بیمار کردہ
(آپؐ اپنے بیماروں کی عیادت خود فرماتے ہیں۔ میں اسی آرزو میں بیمار ہوا ہوں)

کسی کسی وقت برادرم پروفیسر محمد فخرالحق نوری کا یہ شعر اُن کی زبانی سنتے:

وہ اگر میری مسیحائی کریں
کیوں نہ ہوں پھر شوق سے بیمار میں

میں آپ کے پاس بیٹھ کر قدسی کا یہ شعر پڑھتا تو بار بار پڑھواتے:

سیّدی اَنتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسیؔ پئے درماں طلبی
(یا سیّدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم آپؐ حبیبِ خالق و مخلوق ہیں طبیبِ قلب ہیں،
قدسیؔ آپؐ کی خِدمت میں درماں طلبی کے لیے حاضر ہے۔)

بیماری کے دوران ایک رات مجھ سے اِرشاد فرمایا کہ درودِ تاج سناؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ درودِ تاج مکمل ہوا تو آپ پر استغراق کی کیفیّت طاری تھی اسی کیفیت میں فرمانے لگے بس اب چلیں میرے کپڑے اُتار دو میں جا رہا ہوں۔ میں نے صبح برادرم فخر الحق نوری کو یہ بات سُنائی اور کہا کہ یہ آپ کی رحلت کا اشارہ ہے۔ یہ کپڑے جسم ہے اور روح کے سفر کی بات ہے۔ رحلت کے وقت میں اور برادرم محمد اسلام الحق حضوری قدموں میں موجود تھے۔ صبح کی اذان ہوئی۔ آپ بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ میں نے برادرم حضوری سے کہا تم موجود رہو میں نماز پڑھ لوں۔ آپ نے میری بات سُن کر ہاتھ کے اشارے سے تکبیر کہی اور ہاتھ کی انگلیاں اور انگوٹھا تسبیحات میں مشغول ہو گئیں۔ میں نماز سے فارغ ہو کر قدموں میں بیٹھ گیا اور پاؤں دبانے لگا۔ چند لمحوں بعد حرکتِ قلب بند ہو گئی اور آپ سرکارِ مدینہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہ وسلم کے قدموں میں پہنچ گئے۔

آستانے پہ تِرے سَر ہو اَجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو
اُس کی قسمت پہ فِدا تختِ شہی کی راحت
خاکِ طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو

یہ اتوار ۳۰ مارچ ۲۰۰۳ء کا دِن تھا اور محرم الحرام کی ستائیس تاریخ تھی۔ آپ کی تاریخِ وِصال آپ کے برادرِ خُرد محمد اکرام الحق فاروقی چشتی نے یوں نکالی ہے:

آں *ریاض الحق حقانی بنائے دِل بہا

سنہ ۱۴۲۴ھ

ساغرِ دِل بہارے از گلستانِ وجود

سنہ ۲۰۰۳ء

آپ کا مزارِ اقدس جی بلاک ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں ہے۔ آپ کی سلبی اولاد میں پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں اور سب سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خاکِ قدم کے طفیل دینی اور دنیاوی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہیں اور صاحبِ حیثیّت ہیں۔ سب سرکار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ثناء خوان ہیں۔ برادرم محمد فخرالحق نوری کا یہ شعر اِس خاندانی امتیاز اور انفرادیت کا عکّاس ہے۔

میرے بچے بھی ہیں تیرےؐ نوکر
باپ دادا بھی ہیں غلام آقاؐ

آپ کی اولادِ نرینہ میں سے سب سے بڑے محمد ضیاء الحق حیدر ہیں جو حبیب بنک میں آفیسر ہیں۔ دوسرے محمد رضا الحق عباسی جو بنک دولت پاکستان میں اعلیٰ آفیسر ہیں۔ تیسرا یہ راقِم خاکسار محمد ظفرالحق چشتی، چوتھے پروفیسر ڈاکٹر محمد فخرالحق نوری اور پانچویں محمد اِسلام الحق حضوری جو نِجی کاروبار کرتے ہیں۔

اللہ کا اِحسان اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فیضانِ خاص ہے کہ خاندان میں پیری مُریدی اور گدّی نشینی کا روایتی، رسمی، بازاری اور کاروباری طریقہ رائج نہیں ہے لیکن فقرِ سرکارِ دو عالمؐ کی روحانی میراث جاری و ساری ہے اور یہ وہی میراث ہے جس کی نشاندہی علامہ اِقبال نے کی ہے:

فقر درد و سوز و تسلیم و رضا است
ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰؐ است

تحریر: صاحبزادہ محمد ظفر الحق چشتی دامت برکاتہم العالیہ

سراج الطالبین

(مرشدِ پاکاں کے ارشادات برائے اذکار)

امّـا بعد خادم الفقراء محمد سراج الحق قریشی فاروقی بخدمتِ احبابِ طریقت مدعا پرداز ہے کہ مرشدی حضور اقدس حضرت مولانا مرشدنا صوفی سید محمد حسین شاہ صاحب مراد آبادی مرحوم و مغفور رحمت اللّٰہ علیہ جو بتقریب عرس پاک پتن شریف ایک دفعہ تشریف لائے تو ازراہِ نوازش گورداسپور میں قدم رنجہ فرمایا۔ بوقت واپسی درمیان گاڑی زبان فیض ترجمان سے چند اصلاحات بابت بدستور العمل درگاہی طلباء راہِ حق ارشاد فرمائے۔ اس نیازمند کی عقل ناقص سے مناسب معلوم ہوا کہ اِسکی تشریح برائے احباب بطور ایک رسالے کے کی جائے، لہٰذا امیدِ قبولیت پر مندرجہ ذیل رسالہ **سراج الطالبین** لکھا جاتا ہے۔ طالبِ راہِ آخرت کو چاہیے کہ بعد استقامت احکاماتِ شریعت کے ذکر کی طرف توجہ کرے اور مرشدِ کامل سے واسطہ پیدا کرے اور اقسام ذکر سے آگاہی حاصل کرے۔ چنانچہ ذکر کی سات قسمیں ہیں: ذکرِ لسان، ذکرِ نفس، ذکرِ قلب، ذکرِ روح، ذکرِ سِرّ، ذکرِ خفی اور ذکر اخفیٰ۔

اوّل ذکرِ لسان: یعنی ذکر زبان۔ جسکو ذکر جسمی یا ناسوتی بھی کہتے ہیں مثلاً لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس ذکر کے غلبے سے فنا صفاتِ ذمیمہ کی جو صفاتِ نفسِ امّارہ ہیں صفاتِ حمیدہ میں جو اوامرِ شرع شریف ہو جاتی ہیں۔ حرص، امل، غضب، دروغ، غیبت، نجل جسد، ریا اور کبر صفات ذمیمہ ہیں۔ صبر، شکر، قناعت، علم، یقین، تفویض، توکُل، رضا اور تسلیم اوصافِ حمیدہ ہیں۔

دوم ذکرِ نفس: اس کو فکر بھی کہتے ہیں یعنی تصوّرِ عقلی سے مقصودِ اصلی تک پہنچنا اور پھر اِس کو طلب کرنا اور اس کے غلبے سے فنا خواہشاتِ نفسانی کی جو نفسِ لوّامہ کی صفات ہیں خواہشِ ربّانی میں ہو جاتی ہیں اور احکامِ شریعت پر استقامت حاصل ہو جاتی ہے اور طریقہ مقاشفہ اور الہام کا جو مقامِ نفسِ ملہمہ کا ہے ظاہر ہو جاتا ہے۔

سوم ذکرِ قلب: اسکو ذکرِ ملکوتی بھی کہتے ہیں مثلاً اِلَّا اللّٰهُ اور اسکو مراقبہ بھی کہتے ہیں یعنی اس چیز کو نگاہ رکھنا جو کہ مقصود ہے۔ اس ذکر کے غلبے سے فناءِ افعال و اوصافِ موجودات کی موجود مطلق کے افعال و اوصاف میں ہو جاتی ہے تا کہ ہر شے کی حقیقت میں اثر افعالِ حق کا ملاحظہ کرے اور اطمینان قلبی کہ مقامِ نفسِ مطمئنہ کا حاصل ہو جائے۔

چہارم ذکرِ روح: اس کو ذکر جبروتی اور مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ کو بجہت اسماء صفات مشاہدہ کرے مثلاً ذکر اللّٰہ کہ اس کے میں فنا کثرت کی وحدتِ حق میں ہو جاتی ہے۔ یہانتک کہ اس کے مشاہدے میں سوائے ذات بجہت کے اور کچھ نہیں رہتا۔ اور یہ مرتبہ مشاہدے کا ہے۔

پنجم ذکرِ سِرّ: اس کو ذکر لاہوتی بھی کہتے ہیں۔ یعنی نورِ تجلیّات ذات کا مرید کے دِل پر بے جہت اور بے مثل وارد ہو جائے مثلاً ذکرِ هُوْ هُوْ اسکو لذّت اذکار نفوراز خلق بھی کہتے ہیں۔ یعنی اپنے تیئیں کس وجہ

اپنے آپ میں نہ دیکھے۔ بعد اس کے جب اپنے آپ کو پاوے تو فنا ہی نہیں رہتی اور بعدہٗ فناء الفنا ہو جاتا ہے اور اس مرتبہ میں سالک کا علمِ ذات اور حقیقت باقی نہیں رہتی۔ اس مرتبہ میں سیر فی اللّٰہ جو سالک کا تصوّر ہے تمام ہو جاتا ہے اور سالک مطلب اصلی حاصل کر کے عام موجودات کو اپنا ظہور سمجھتا ہے یعنی ہستے سالک کی بلکل نہیں رہتی اگر اس مرتبہ کہ تجلّی ایک بار بھی تمام عمر میں سالک کے دل پر وارد ہو جائے تو اس کو ولی کہتے ہیں مگر یہ مرتبہ کبھی وارد ہوتا ہے بعض کو ہفتہ میں ایک ساعت یا دو ساعت یا تین ساعت۔ یہ فنا باقی رہتی ہے یا دو تین روز اور یہ مطابق احوال عارفوں کے ہوتا ہے اور بعض کا قول مندرجہ بالا اذکار کی نسبت یہ ہے۔

ذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَةٌ وَ ذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ
ذِکْرُ الرُّوحِ مَوَاحَةٌ وَ ذِکْرُ السِّرِّ حَالٌ دَآئِمٌ

ششم ذکرِ خفی: ذکرِ خفی اور ذکرِ اخفٰی کی تشریح محال ہے۔

سیر

سیر کی چار اقسام ہیں: سیر من اللّٰہ، سیر الی اللّٰہ، سیر فی اللّٰہ اور سیر مَعَ اللّٰہ۔

سیر من اللّٰہ کے یہ معنی ہیں کہ نقل اللّٰہ سے بسوئے خلق یا من کے معنی عن کے لئے جائیں تو معنی سیر باللّٰہ ہوں گے۔ یعنی سیر حق سے حق کے ساتھ بطرف خلق اور دوسری معنی یہ ہوتے ہیں کہ نقل کی فنا فی اللّٰہ سے طرف بقا باللّٰہ کے اور ذات بجہت سے طرف صفات کے۔

سیر الی اللّٰہ کے کئی معنی ہیں ایک تو یہ کے نقل کرنا بطرف اللّٰہ یعنی سالک کی فکر کا نقل کرنا اپنی جانب سے اور تمام عالم کی طرف سے بجانبِ حق یعنی سالک کے قلب کی توجہ بسوئے حق۔ دوسرے معنی نفی اثبات ہے یعنی نفی ماسوائے اللّٰہ اور اثباتِ حق۔ تیسرے معنی ذکرِقلب، چوتھے معنی ذکر خفی، پانچویں معنی ذکرِ سِرّ چھٹے معنی معراج ہے یعنی اسفل سے اعلٰی کی طرف جانا۔ اِس جگہ اسفل سے مراد خلق ہے اور اعلٰی سے مُراد حق ہے۔ یعنی سالک خلق سے جانبِ حق جاتا ہے اور انتہا الی اللّٰہ کا سیر فی اللّٰہ ہے اور اسکی انتہا اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ سالک کی نظر میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں آتا۔ تب سالک سمجھتا ہے کہ سیر الی اللّٰہ انتہا کو پہنچی۔

سیر فی اللّٰہ کی ابتدا سیر الی اللّٰہ کی انتہا ہے اور اسکی انتہا لاہوت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ سالک کی فکر کا اللّٰہ میں ہونا یعنی توجہ سالک کی حق کی طرف ہو نہ خلق کی طرف، اس مقام میں سالک ہمیشہ حق کی طرف متوجہ رہتا ہے اور مخلوق کو معدوم سمجھتا ہے اور سیرفی اللّٰہ کو فنا فی اللّٰہ بھی کہتے ہیں اور فنا فی اللّٰہ کہ معنی یہ ہیں کہ سالک کا حق میں فنا ہو جانا جیسا کہ فنا ہونا اینٹ کا آگ میں اور فنا فی اللّٰہ کی تین قسمیں ہیں: فنا افعالی، فنا صفاتی اور فنا ذاتی۔ فنا افعالی اسکو کہتے ہیں کہ سالک اپنے افعال

اور تمام عالم کے افعال کو حق تعالیٰ کے افعال میں فانی کرے، فنا صفاتی اسکو کہتے ہیں کہ سالک اپنی صنعتوں کو اور شر و غیر شر کو حق تعالیٰ کی صفات میں فنا کرے اور فنا ذاتی اسکو کہتے ہیں کہ سالک اپنی ذات اور تمام عالم کی ذات حق تعالیٰ کی ذات میں فنا کرے۔ فنافی اللّٰہ کے تین مقامات ہیں۔ ایک مقام واحدیت ہے یعنی سالک اپنی ذات کو ذاتِ حق میں اور اپنی صفات کو حق کی صفات میں اور اپنے افعال کو حق کے افعال میں فنا کرے، دوسرا مقام وحدت ہے کہ سالک اپنے افعال، صفات اور ذات ذاتِ حق میں فنا کرے اور تیسرا مقام احدیت ہے کہ سالک اپنے آپ کو ذاتِ حق سبحانہٗ میں فنا کرے۔ سیر فی اللّٰہ کو اثبات فی اللّٰہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس مرتبہ میں حق کا اثبات ہے۔

سیر مع اللّٰہ یعنی سیر کرنا سالک کا ہمراہ حق کے یعنی جو کام کرتا ہے ہمراہ حق کرتا ہے، جب حق کی طرف توجہ کرتا ہے تو ساتھ حق کے کرتا ہے اور جب خلق کی طرف توجہ کرتا ہے تو ہمراہ حق کرتا ہے اور سیر مع اللّٰہ کو بقا باللّٰہ بھی کہتے ہیں کیونکہ سالک اس سیر میں باقی باللّٰہ ہوا اور نیز اس سیر کو سکون مع اللّٰہ بھی کہتے ہیں کونکہ اس سیر میں سالک حق کے ساکن ہوا اور اسکی حرکت انتہا کو پہنچی۔

جاننا چاہیے کہ ان چار سیروں میں دو سیر تو فنا فی اللّٰہ سے تعلق رکھتے ہیں یعنی سیر من اللّٰہ اور سیر الی اللّٰہ اور دو سیر یعنی سیر فی اللّٰہ اور سیر مع اللّٰہ بقا باللّٰہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب سالک مع اللّٰہ کو پہنچا تو سلوک ختم ہوا اور اسکی معرفت انتہا کو پہنچی اور اس کے بیشتر سلوک نہیں۔

معرفت

معرفت کی تین اقسام ہیں: معرفت تقلیدی یعنی حق کی معرفت کتابیں پڑھنے اور علماء سے سننے سے حاصل کرے، معرفت کشفی اور معرفت شہودی حق تعالیٰ کو ان حجابوں کو جو بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان ہیں دور کرنے سے پہچانے، حق تعالیٰ کی آنکھوں سے پردوں یا غیر پردوں میں دیکھے۔ بس سالک بعد سیر مع اللّٰہ کے قابلِ ارشاد ہوتا ہے اور ولی بنتا ہے۔ اسکی ولایت ختم ہوتی ہے اور انتہا ولایت ابتداء نبوت کی ہوتی ہے۔

اذکار

سالک کو چاہیے کہ ترکیب مندرجہ ذیل اذکار کی مشق کرے۔

اول ذکر جھر: لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہ دو صد بار بطریقِ عروج و نزول بلحاظ نفسی معبود، مطلب مقصود، غیر اللّٰہ اس طرح کہ لَا کو ناف کے نیچے سے کھینچ کر دائیں مونڈھے تک لیجاوے اور اِلٰہَ کو سر سے (دماغ کے بیچ سے) باہر کو دیوے اور اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل پر مارے۔ دوم صرف اِلَّا اللّٰہ چارسو مرتبہ اس طرح کہ نفی خیال میں کرے اور سر کو دائیں طرف سے لے جا کر پھر ضرب دل پر مارے۔ سوم اَللّٰہُ اَللّٰہ چھ سو مرتبہ اس طرح کہ بخیال سمیع بصیر و علیم یا حاضر و ناظر معی ایک ضرب روح پر اور دوسری قلب پر مارے۔ بطریقِ عروج و نزول۔ روح کا مقام

دِل کے بالمقابل دائیں جانب ہوتا ہے۔ چہارم اللّٰہ ھُو دو سو مرتبہ اس طرح کہ الف کو زبان سے شروع کرے ہ کو سینہ کے وسط میں ختم کرے۔ اور وہاں سے ھُو کو شروع کرے اور زبان کے کنارے تک لیجاوے یا برعکس کرے اور ملاحظہ برزخ یا نقش اسم ذات کا کرے خواہ وہ سیاہ یا سرخ یا شنگرفی یا زرد یا سفید لکھا ہوا ہو۔ پنجم حق حق دو سو مرتبہ کہے۔ ششم اَللّٰہ اَللّٰہ دو سو مرتبہ بطریق بالا کہے۔

طریقہ ھائے ذکر ذکرِ ارّہ: اس کا طریق یہ ہے کہ دم کو بشدت تمام کھینچے اور لَآاِلٰہَ کو دائیں مونڈھے تک لیجاوے اور پھر سر کو پشت کی طرف جھکا کر اِلَّااللّٰہ کی ضرب دِل پر مارے۔ یا دونوں آنکھوں کو بند کرے اور زبان تالو سے لگائے اور دم کو اُلٹا کرے لفظ اللّٰہ کو ناف سے بشدّت تمام کھینچے اور دائیں مونڈھے کی طرف لیجاوے اور پھر ھُو کی ضرب دِل پر لگائے کہ ارہ کش لکڑی میں آرہ کھینچتا ہے اسی طرح زور اور سخت آواز سے دل پر ضرب رکھے اور ملاحظہ صفات امہات یعنی سمیع و بصیر اور علیم کا نگاہ رکھے اور تصوّر کرے کہ اوپر دل کہ آرہ کھینچتا ہوں اور بجائے برادہ کے جو لکڑی چیرنے سے نکلتا ہے ایسے ہی ذرّات نور صَف کے ہمراہ ھُو کے دل سے نکلتے ہیں اور بدن میں منتشر ہوتے ہیں حتّیٰ کہ تمام عالم میں محیط ہو جاتے ہیں اور ذاکر تمام وجود اور تمام عالم کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

ذکرِ جاروب: اِس کا طریقہ یہ ہے کہ لَآاِلٰہَ کو بائیں جانب زانو سے شروع کرے اور سر کو طرف دائیں زانو کے لا کر جانب پشت تھوڑا کج کرے اور ضرب اِلَّا اللّٰہ کی قلب پر مارے۔ دو زانو بیٹھے اور دما دم مشق کرے۔

ذکرِ پاس انفاس: یعنی آتے جاتے سانس کو معلوم کرے اور ذکر خواہ جہر کرے خواہ خفی اسطرح کہ جب سانس باہر جاوے تو لَآ اِلٰہَ اور جب اندر آوے تو اِلَّا اللّٰہ اور نظر ہمیشہ ناف پر رکھے اور پھر منہ بند کر کے بغیر حرکت زبان کے دم سے ذکر کرے اور اِس قدر مشغول ہووے کہ دم ذکر ہو جاوے یا پھر یوں کہ لفظ اللّٰہ کو باہر نکالے اور ھُو کو اندر لیجاوے اور ملاحظہ کرے کہ وہی اندر ہے اور وہی باہر۔ طریقہ اوپر گزرا۔

ذکر قلب مع حبسِ نفس: اللّٰہ بطریقِ عروج و نزول سانس بند کر کے اور زبان تالو سے لگا کر نو ۹ دفعہ ایک سانس میں کہے یہانتک کہ ایک سانس میں چالیس بار کہے اسکو محاریہ صغیر کہتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ کرے تو اس کو محاریہ کبیر کہتے ہیں۔ یہانتک کہ ایک سانس میں ایک سو بیس ۱۲۰ مرتبہ کہہ سکے تو سلطان الازکار وارد ہو جائے گا اور طاق طاق بڑھاوے اور پھر خیال کرے کہ قلب سے اور عالم اور ہر بال اور ہر رگ سے اللّٰہ اللّٰہ ہو رہا ہے اور اسقدر ذکر کا غلبہ ہووے کہ تمام عالمِ غیب اور عالمِ ناسوت و ملکوت و جبروت کی سیر کرے اور لاہوت میں جاوے اور سیر مع اللّٰہ تک پہنچ جاوے اور جو بیس ہزار بار روزانہ کرے اور جب سانس چھوڑے تو آہستہ آہستہ چھوڑے۔

ذِکرِ سلطان: اسکو ذکرِ انحد اور ذکرِ سرحدی بھی کہتے ہیں۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے اور کان انگلیوں سے بند کر کے تصوّر کرے کہ دماغ میں آواز مثل گرنے پانی کے آتی ہے اور اس قدر مشغول ہو کہ بغیر کان بند کئے وہ آواز سنائی دے اور ادنیٰ درجہ اس ذکر کا یہ ہے کہ تمام موئے بدن سے اللّٰہ اللّٰہ کی آواز سنائی دینے لگے۔

مراقبہ

فکرِ اطلاق و ذات بحث۔ سیر آفاقی۔ سیر النفسی و درائے آفاق و انفس۔ سیرِ آفاقی سے مُراد یہ ہے کہ جس قدر افعال و صفات مخلوقات کے ہیں وہ منجانب اللّٰہ سمجھے اور آفاق و انفس سے اعلٰی درجہ بھی ہے جو متعلق ذات بحت سے ہے جو قابل بیان نہیں۔ مراقبہ یعنی ملاحظہ فنا عالم اور اپنی ہستی کا کرنا ہے اور خیال کرے کہ تمام عالم فنا ہو گیا ہے اور مثل خس و خاشاک کے ہوا میں اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا ہے اور اس آیت پر متوجہ رہے: کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فاَنٍ لاہ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِکْرام۔

مراقبہ بقا: یعنی اپنے آپکو و عالم کو ہستی حق کے تصوّر کرے بلکہ عین ہستی اپنی جانے۔ مراقبات کے کئی اقسام ہیں مگر نتیجہ اس کا وہی ہے جو اقسامِ ذکر میں بیان کیا گیا۔

انتباہ!

جاننا چاہیے کہ بقا بااللّٰہ رجوع ابتدائی حالت کی طرف ہے مگر مبتدی و منتہی کی نظر میں فرق ہے کیونکہ مبتدی کی نظر ظاہر پر ہوتی ہے جو باعثِ غفلت ہے منتہی کی نظر فنا اور اپنی بے خودی کے اول ذات پر پڑتی ہے اور پھر اسکے تحریر سے مظاہر و فتوحات و تغیات پر۔ پس عار ہستی حق کو جمیع احوال واقعات میں معائنہ کرتا ہے اور کوئی شے اس کے آڑے نہیں آتی اور روئیت حق سے مانع نہیں ہوتی کیونکہ سالک اپنی حقیقت کو پہنچ گیا ہے۔ پس عارف کامل کو حق خلق سے محجوب نہیں کرتی۔

تحریر: حضرت خواجہ محمد سراج الحق صاحبؒ

حدیثِ دل

جب حقوق اور فرائض کی دُنیا میں قدم رکھو تو پہلے جو فرائض آپ نے پورے کرنے ہیں وہ دیکھنا پھر اُن حقوق کے بارے میں سوچنا جو آپ کو مِلے ہیں۔

حضرت محمد ریاض الحق قریشی سراجی حقانی رحمت اللّٰہ علیہ

آداب المرشد و المرید

جس طرح علومِ شرعیہ کے لیے علماء کی راہنمائی کی ضرورت پیش آتی ہے، اُسی طرح راہِ سلوک میں مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے بڑے بڑے علماء نے علومِ شرعی کے حصول کے بعد علمائے باطن کی تلاش کی ہے۔ مگر ہمارے دور میں پیری مریدی نہ صرف رسم رہ گئی ہے بلکہ اکثر دنیا کمانے کا دھندا بن گئی ہے۔ ہر شہر میں کئی کئی آستانے ہیں، بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہیں اور یہ سلسلہ دیہاتوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے تلاش کرنے والے کو چاہیے کہ ایسے مرشد کا دامن تھامے جس کا سلسلہ سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ رَحْمَةً الِّلْعٰلَمِیْنَ شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ خَاتِمَ النَّبِیّٖنَ حضرت مُحَمَّدِنِالْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّم تک مستقل ہو، تعلق اہلِ سنت و الجماعت سے ہو، مجذوب نہ ہو اور عقائد و بنیادی فقہ سے واقف ہو۔ بیعت کے بعد آداب الشیخ کا خیال رکھے۔ اسی طرح شیخ پر بھی لازم ہے کہ آداب المرید کا خاص خیال رکھے۔

آداب المرید للشیخ :

۱۔ اپنے شیخ کو اپنے حق میں اس زمانہ کے مشائخ سے اعلیٰ و اکمل جانے اور یہی اعتقاد رکھے کہ مطلب اسی مرشد سے حاصل ہو گا اور اگر کسی دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیوض و برکات سے محروم رہے گا۔ جو کچھ فیض باطنی پہنچے اسے مرشد کا طفیل سمجھے اور اگر کسی اور بزرگ سے کچھ حاصل ہو تو بھی یہی سمجھے کہ مرشد کا کوئی لطیفہ ان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

۲۔ ہر طرح مرشد کا مطیع ہو اور جان و مال سے اس کی خدمت کرے کیونکہ بغیر محبتِ پیر کے کچھ نہیں ہوتا اور محبت کی پہچان یہی ہے۔ جو بھی نذر مرشد کو پیش کرے اس کے بارے میں کچھ گمان نہ کرے۔

۳۔ مرشد جو کچھ کہے اس کو فوراً بجا لائے اور بغیر اجازت اس کے فعل کی اقتدا نہ کرے۔

۴۔ جو اوراد و وظائف مرشد تعلیم کرے ان کو پڑھے اور باقی تمام اوراد و وظائف چھوڑ دے۔

۵۔ مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ رہے اور فرض نماز اور اس کے سنت و نوافل کے علاوہ اور کوئی وظیفہ نہ کرے۔

۶۔ ایسی جگہ کھڑا نہ ہو جہاں سے اس کا سایہ مرشد کے سایہ پر یا اس کے کپڑوں پر پڑے۔ مرشد کے مصلے پر پیر نہ رکھے، اس کی طہارت یا وضو کی جگہ استعمال میں نہ لائے، اس کے برتن استعمال نہ کرے اور نہ ہی اس کے سامنے کچھ کھائے یا پئے۔

۷۔ اس کے رو برو کسی سے بات نہ کرے اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

۸۔ جس جگہ مرشد بیٹھتا ہو اس طرف پیر نہ پھیلائے اور نہ ھی تھوکے۔

۹۔ مرشد کی کسی بات پر اعتراض نہ کرے۔ اگر اس کا کوئی عمل سمجھ میں نہ آئے تو ملاقات حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ یاد کرے۔ اگر کوئی شبہ دل میں گزرے تو فوراً عرض کرے اور اگر شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقصان سمجھے اور اگر مرشد جواب نہ دے تو جان لے کہ جواب کے لائق نہ تھا۔

۱۰۔ مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

۱۱۔ خواب میں جو کچھ دیکھے تو فوراً مرشد سے عرض کرے اور اگر کوئی تعبیر سمجھ آئے تو وہ بھی بیان کرے۔

۱۲۔ آواز مرشد کی آواز سے زیادہ بلند نہ کرے اور جس قدر ضرورت ہو اسی قدر کلام کرے اور جواب کا منتظر رہے۔

۱۳۔ مرشد کے کشف پر اعتماد کر کے خاموش نہ رہے بلکہ اپنا تمام حال اسے بیان کرے۔

۱۴۔ مرشد کی بات کسی کے آگے بیان کرے تو سننے والے کی فہم کے مطابق بیان کرے۔

آداب الشیخ للمرید:

۱۔ مرید کی صحیح تربیت کرے اور جس طرح ایک چرواہا درندوں سے ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح مرید پر نظر رکھے۔

۲۔ مرید سے خدمت کی توقع نہ رکھے۔ مرید خود ہی اپنے دل سے بقدر اعتقاد جو خدمت کرے اس کو کم نہ جانے۔ اگر کوئی نذر و فتوحات ملیں، بقدر حاجات رکھ کر باقی فقراء و مساکین پر صرف کرے اور فقراء کی تعظیم تونگر سے زیادہ کرے۔

۳۔ جو کچھ جذبہ دل میں پیدا ہو اس کو مریدوں پر بخشش توجہ قلبی سے کرتا جائے اور اس سلسلہ میں تفاوت امیر و غریب میں نہ کرے۔

۴۔ مرید کی غلطی کی اصلاح کے لئے بغرضِ تربیت اسے براہِ راست مخاطب نہ کرے اور نہ ہی سرزش کرے بلکہ ایسی حکایات بیان کرے کہ جس میں اشارہ، کنایہ اور تنبیہ موجود ہو اور وہ شخص خود ہی سمجھ لے۔

۵۔ مرید کی خطا کو پوشیدہ رکھے اور خدام کے قصور کو معاف کرے۔

۶۔ خاکساری اختیار کرے۔

حوالاجات:

۱۔ آداب الشیخ از شیخ شہاب الدین سہروردی رحمت اللہ علیہ۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ۔

۳۔ آداب المرشد و المرید از علامہ فیض احمد اویسی دامت برکاتھم العالیہ۔

حضرت آدم علیہ السلام

(مختصر احوال)

تواریخ ابو عامر کے دوسرے باب میں حال حضرتِ آدم حرم اور حوّاء علیہم السلام کا اس نمط پر لکھا ہے کہ کنیت حضرتِ آدم علیہ السلام کی ابو محمد ہے اور آدم لفظ عربی سے ہے، معنیٰ اس کے تراب ہیں اور دس صحیفہ بیس ورقوں پر بحروف معجم ان پر نازل ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام دسوں انگلیوں ہاتھوں کی سے احوال بالائے آسمانوں کا تحریر کرتے تھے اور دسوں انگلیوں پاؤں سے احوال زمینوں کا تحریر کیا کرتے تھے اور ہزاروں زبانیں جانتے تھے اور ازروئے معجزہ کے شجر اور حجر اُن کے ساتھ چلتے تھے اور آگ نہیں جلا سکتے تھے اور سنگریزہ ان کے ہاتھ میں یاقوت اور زمرد اور الماس وغیرہ ہو کر تکلّم کرتے تھے اور تمام حرفت اور صنعت بشریّہ ان سے ان کی ذریات نے لی اور جب تک بہشت میں رہے وہ لغتِ عربی جانتے تھے، جبکہ ان سے گناہ گندم کھانے کا سرزد ہوا تو زبان عربی بھول گئے، زبان سریانی بولنے لگے اور خاک واسطے بنائے قالب حضرتِ آدم علیہ السّلام کے حضرت عزرائیلؑ جن کو ملك الموت کہتے ہیں، لے گئے تھے اور اول بعد پھونکنے روح کے قالب میں کلمہ الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین زبان سے سرزد ہوا اور جواب جناب باری عَزَّاِسمہ' کی جانب سے آیا برحمۃ ربّك اور جب روح جوف قالب میں آئی اشتہام طعام کہ ہوئی پس یہ ہی اولین حرص ہے کہ جسدِ آدم میں داخل ہوئی اور جب روح قلب آدم علیہ السلام میں نفخ کی گئی۔ آخر ساعت جمعہ کی تھی اور طالع ثور کی اور اوّل سجدہ آدم علیہ السلام کو اسرافیل علیہ السلام نے کیا اور اِن کے دانتوں سے نور مثل شعاعِ شمس کے چمکتا تھا اور پھر اللّٰہ تعالیٰ نے ہنگام نوم انکی پسلی سے حوّاء کو پیدا کیا طالع سرطان میں، پس حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے انس کیا، رنگ ہاتھ حوّاء کا مثل موتی کے تھا اور جب بہ اغوائے ابلیس بسبب کھانے دانہ گندم کے برہنہ ہوئے برگ درخت انجیر سے سترِ عورت کیا اور سب اہلِ جنت حضرات آدم و حوّاء سے ملا، پھر روئے، سونا، چاندی، درخت عود نہیں روئے، جنابِ باری سے اِن پر عتاب ہوا کہ تم سے دنیا میں کوئی منتفع نہ ہو گا، بوقت داخل کرنے آگ میں علی الخصوص شجر عود کو جب تک کہ تیز آگ میں جلایا جائے گا بعدہ' حضرتِ آدم علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ تمہیں کون سی شے نے منہ دکھلایا جواب دیا کہ باغوائے ابلیس اور بسبب کھانے قسم اس کی کے، پس اللّٰہ تعالیٰ نے آدم و حوّاء و ابلیس و سانپ و طاؤس کو جنت عدن سے زمین پر پھینك دیا۔ آدم جزیرہ سراندیپ جبلِ رہون پر جو بہت بلندی زمین ہند میں ہے، گرے چنانچہ نشان قدم مبارك آدم علیہ السلام۔ اس وقت ایك جن طرغوفون شہزادہ اَجِنّہ پہاڑ پر کھڑا تھا اور اس کو خبر مل گئی تھی، وہ چوتھے آسمان سے ملائکہ کے زبانی سُن آیا تھا کہ جزیرہ سراندیپ کی زمین پر ظہور حضرت آدم علیہ السلام کا ہو گا، سو جِن مع اپنے فرزند شرقوطوس جو قوم ابولجان سے تھا پہاڑ پر حاضر رہا، اس عرصہ میں آدم علیہ السلام کو حضرت جبرئیل ہم آغوش اپنے پروں میں کر کے جنت سے لائے اور بحکم ربی پہاڑ مذکور پر چھوڑ دیا جبکہ آدم حرم جنت سے نکالے گئے تھے تو آدم

علیہ السلام کہ عمر پانصد سال کی تھی جب دنیا پر آئے تو عمر شریف ہزار سال کی ہو گئی اس واسطے کہ پانصد برس راہ مسافت میں گزر گئی، اوّل مسافت صلصال سے کرسی تک، دوسری مسافرت کرسی سے جنت تک، تیسرا سفر جسد سات روح کے جنت سے دنیا تک ہوا ہے۔

یہ تینوں سفر اگر آدم علیہ السلام نہ کرتے تو ان کی اولاد پر کیوں مقرر ہوتے اور سو اولاد کے تین سفریہ ہیں (۱) نطفۂ مادر (۲) ولادت (۳) وفات اور یہ احوال جو ابو عامر نے اپنی تواریخ میں قلمبند کیا اس کو طرغوفون شہزادہ اَجِنّہ نے جنّوں سے سنگ زبر جد پر مفصل تحریر کرا دیا تھا۔

اسی تواریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرتِ جبرئیل علیہ السلام نے پروں سے نکالا تو آدم علیہ السلام کا رنگ اس وقت میں زرد تھا، بعد یک پہر کے سرخ ہو گیا اور مثل مہتاب کے پیشانی آدم علیہ السلام کی چمکنے لگی اور طرغوفون نے مع اپنے فرزند کے آدم علیہ السلام کو تین سجدہ کئے اور سات طواف کر کے دست بدستہ دونوں باپ بیٹے کھڑے رہے اور حضرتِ آدم علیہ السلام جرم گندم میں تین سو برس تسبیح و استغفار میں مشغول رہے جبکہ آدم علیہ السلام کی خطا معاف ہوئی تو آدم علیہ السّلام نے ان دونوں جنّوں سے دریافت کیا کہ تم کون ہو، انہوں نے سب اپنا حال گزشتہ عرض کر دیا اور بعد کو اظہار کیا کہ ہم دونوں کو آپ تعلیم فرما دیں کہ جس سے ہماری بھی مغفرت ہو جائے اور ہم بھی مستحق جنت کے ہو جاویں، ہم بندے ہیں اور تم ہمارے رب ہو۔ حضرتِ آدم علیہ السلام نے فرمایا کہو لا الٰہ الّا اللّٰہ اٰدم صفیّ اللّٰہ۔ ان دونوں جنّوں نے سب جنّوں سے پہلے آپ کا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوئے اور ان کی عورات بھی دوسرے روز مسلمان ہوئیں اور ان کی قوم ابو الجان وغیرہ نے بسبب مسلمان ہو جانے بادشاہ اپنے کے واسطے ہلاکت ان کے آگ قاہرہ کو گھیر گھار کے لائے جبکہ انہوں نے آگ دیکھی تو حضرتِ آدم علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہماری ہلاکت کے لئے یہ قوم آگ لائی ہے اپنے خداوند حقیقی کے واسطے ہم پر پناہ دو اور ہماری مدد کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فوراً اس آگ پر نظر ڈالی، آپ کی برکت سے وہ آگ قاہرہ ایک باغ انگوروں اور انجیروں کا ہو گیا اور چشمے پانی کے اس میں سے جاری ہو گئے اور اس نے کہا کہ جاؤ سب کو گرفتار کر لو، اگر مسلمان ہونے کا اقرار کریں تو ہمارے پاس لے آؤ، اگر انکار کریں تو ان پر کلمہ پڑھ کے باآواز بلند ایک نعرہ مارنا، سو سب بہہ کے مثل پانی کے ہو جاویں گے۔

الغرض جب یہ دونوں ان کے پاس گئے تو وہ ساری قوم بھاگ گئی اور تین لاکھ جِن جو کہ یک جدّی اِن کی قوم میں سے تھے حضرتِ آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور مسلمان ہو کر اللّٰہ تعالیٰ کی پرستش میں مثل آدم علیہ السلام مشغول ہو گئے۔ گندم کی کاشت کی ترکیب بحکم حضرت آدم علیہ السلام کے ان دونوں جنّوں سے اوپر زمین کے شروع کروائی گئی اور باغ انجیر اور انگوروں کے لگا دئیے گئے اور چشمہ پانی کے کلمہ شریف کی برکت سے پہاڑوں میں سے جاری ہو گئے کہ اولاد آدم علیہ السلام کی نوش جان کرے۔

اسی تواریخ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جس وقت میں حضرتِ جبرئیل علیہ السلام نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو لا کر زمین پر چھوڑا تو بحکم ربّی آپ کے کان میں کہہ دیا تھا لاالٰہ الااللّٰہ محبوب احمد نور اللّٰہ اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اے آدم جب کوئی اہم مشکل تم کو درپیش آئے تو تم قلب سے اس کلمہ کو تلاوت

کرنا سب مشکلات تمہاری حل ہو جایا کریں گی۔ لکھا ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام ایسا ہی کیا کرتے تھے اور نیز حضرتِ جبرئیل علیہ السلام یہ بھی ہدایت کر گئے تھے کہ آپ کا اے آدم اس کلمہ کے کہنے سے دھوکہ نفس اَمّارہ کا اور ابلیس مردود ازلی کا نہ کھانا، جنت سے تو یہاں آئے ہو اور اب یہاں سے نافرمانی کر کے دوزخ میں جاؤ گے مع اولاد اپنی کے، اس واسطے آدم علیہ السلام تین سو برس گریہ و زاری کرتے رہے۔

حضرتِ آدم علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے بسبب استغفار کے مرتبۂ وحدت الوجود عطا فرمایا، اس جگہ فقیر صابری بطور ہدایت حقیقت آدم علیہ السلام کی اولاد کو ہدایت کرتا ہے کہ اے اولادِ آدم تم دھوکہ نفس اور شیطان کا مَت کھاؤ ورنہ دوزخی ہو جاؤ گے بلکہ طریقت جناب سرورِ عالم صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبول کرو، صبح و شام استغفار پڑھو اور کلمہ طریقت کے کسی شیخ مرفوع الاجازۃ کے ہاتھ پر کہو فادخلی فی عبادی و ادخلی جنّتی کا مرتبہ حاصل کر کے مستحقِ جنت ہو جاؤ۔

تحریر: حضرت شاہ محمد حسن چشتی صابری رامپوریؒ

حدیثِ دل

خدا کے دوست میں چار باتیں ہوتی ہیں: تواضع، شفقت، سخاوت اور صحبتِ صالحین۔

چہار چیز گوہر نفس ہیں: دشمن سے دوستی کرنا، غربت کو چھپانا، اپنا دکھ کسی سے نہ کہنا اور اللہ پر بھروسہ کرنا۔

محبت کی آگ سے زیادہ کوئی آگ نہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمت اللّٰہ علیہ

مقالاتِ حکمت

حضرت منصورؒ حلاج کی ہمشیرہ اللہ کی ولیہ تھیں۔ ہر روز رات کو چپکے سے بغداد کے صحرا میں جاتیں اور اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاتیں۔ جب فارغ ہوتیں تو اللہ کی طرف سے ایک جام نصیب ہوتا جسے وہ پی کر رات کی تاریکی میں لوٹ آتیں۔ جب حضرت منصورؒ کو پتا چلا کہ اس کی بہن رات کو گھر پہ نہیں ہوتی، نہ معلوم کہاں جاتی ہے۔ ایک رات وہ انکی تاک میں رہے۔ جب وہ حسب معمول صحرا کی طرف چلیں، منصورؒ انکے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ حتیٰ کہ وہ متعینہ مقام پر پہنچ کر اپنے معمول کے مطابق یاد الٰہی میں مصروف ہو گئیں۔ جب فارغ ہوئیں تو جنت سے شَرَابا طَھُوْرَا کا ایک جام اسرارِ الٰہی سے لبریز پیش ہوا۔ آپؒ پینے لگیں۔ منصورؒ نے فریاد کی، اس کو بھی دیں۔ اس پہ انہیں بہت رنج ہوا اور اس بات کا رنج ہوا کہ آج انکا راز کھل گیا۔ انھوں نے بچا ہوا پیالہ منصورؒ کو دے دیا۔ جسے انھوں نے پیا اور پیتے ہی بول اٹھے: اناالحق، اناالحق۔

منصورؒ کو یہ نعمت مفت عطا ہوئی، وہ اسکی تاب نہ لاسکے۔ اس جام کو ان کی بہن بیس سال پیتی رہیں، اور ڈکار تک نہ لی۔ منصورؒ نے ایک دن پیا اور وہ بھی بچے ہوئے دو گھونٹ اور بول اٹھے: اناالحق، اناالحق۔ بغداد میں شور مچا، معاملہ قاضی کے سامنے پیش ہوا، شاہ جنیدؒ سے فتویٰ طلب کیا گیا۔ آپؒ نے خرقہ اتارا اور شرعی لباس پہن کر ظاہر پہ فتوی دیا۔ شاہ منصورؒ پہ اسرار الٰہی کے افشاء کی تعزیر نافذ ہوئی اور بندی خانے میں بھیج دیے گئے۔

محبت کا غلبہ تیز ہوا۔ بندی خانے کی حراست منصورؒ کو ان کے اعلان سے روک نہ سکی، شاہی حکم سے منصورؒ پر پتھراؤ کیا گیا۔ شاہ شیخ شبلیؒ منصورؒ کے حال کے محرم تھے، شریعت کے احکام کے احترام میں منصورؒ کو پتھر کی بجائے پھول مارا جس پر وہ دھاڑیں مار کر روئے اس لیے کہ شبلی اس کے راز کے محرم تھے۔

منصورؒ کا کھانا پینا بند کیا گیا، تیسرے روز آپؒ کے لئے کھانا آیا۔ ایک سائل نے سوال کیا: اللہ کے نام پہ کچھ دو۔ آپؒ نے وہی کھانا دے دیا اور یہ سخاوت کی حد تھی۔

جس دن آپؒ کو سولی پہ لٹکایا گیا، ایک میلہ لگا۔ اللہ کے منصورؒ کے منظر کو دیکھنے کے لئے اللہ کی ساری خدائی حاضر ہوئی۔ عرشی عرش پر صف آراء ہوئے اور فرشی فرش پہ۔ شاہ منصورؒ کے اس بے نظیر منظر کو دیکھنے کے لئے ہر کوئی بے تاب تھا۔ منصورؒ کے لئے جنت کی حوریں آراستہ ہوئیں، پیراستہ ہوئیں، شادیانوں کے دف بجانے لگیں، منگل گانے لگیں۔

چلو سکھیو رل ویکھن چلیے جتھے عاشق سولی چڑھدے
سولی چڑھدے کرن مذاخاں موتوں مول نہیں ڈردے

جب انہیں سولی پہ لٹکانے کا وقت آیا۔ منصورؒ نے تازہ خون کا ایک پیالہ منگوایا اور اسے منہ پر مل لیا۔ پوچھا یہ کیوں؟ کہا: قید و بند کی صعوبت سے میرا رنگ پیلا پڑ گیا۔ کہیں لوگ یہ ن سمجھیں کہ منصور کا رنگ سولی کے خوف سے اترا ہے۔ سولی کے تختے پہ کھڑے ہو کر جب یہ کہا: کھینچ لو کھینچ لو، اب احمدؐ مختار کی خاطر، عرش لرزنے لگا۔ کائنات کی ہر شے تھرا اُٹھی، قلوب دھڑکنے لگے، آنکھوں میں آنسو امڈ آئے، اشکبار ہوئیں اور دریا بہا ڈالے۔ منصورؒ نے سولی پہ لٹک کر عشق کی داستان کو ایک انوکھے باب سے آشنا کرایا۔ شاہ منصورؒ کا یہ قصہ اب بھی کسی سے سنا نہیں جاتا۔ جہاں شروع ہوتا ہے وہیں حال وارد ہوتا ہے۔ میرے مولا منصورؒ معرفت کے امام کے مقام پر جاں بحق ہو کر واصل باللہ ہوئے۔

لیے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گُل!
شہید ناز کی تربت کہاں ہے

تحریر: ابو انیس صوفی محمد برکت علی لدھیانویؒ

حدیثِ دل

عارف آفتاب کی مانند ہیں، تمام عالم پر چمکتے ہیں، تمام جہان ان کے نورِ ولایت سے منور ہے۔
حضرت خواجہ غریب نواز رحمت اللہ علیہ

شریعت چھلکا ہے اور طریقت اس کا مغز۔ مغز کی حفاظت چھلکے سے ہوتی ہے۔ اگر چھلکے پر کوئی خلل آئے تو اس کا اثر مغز پر بھی پڑھتا ہے۔
حضرت بہاء الدین نقشبند رحمت اللہ علیہ

معانقہ

بڑی ظالم خشک سالی تھی۔ بستی کے سب لوگ پریشان تھے۔ گرمی نے بُرا حال کیا ہوا تھا۔ دھوپ ہی دھوپ سارا دن رہتی۔ سائے تک گرم تھے۔ رات کو بھی آسمان تپتا رہتا اور زمین پاؤں جلاتی۔ لوگوں کے چہرے جھلس گئے۔ بچوں کے پھول کملا گئے۔ جانور تک گھبرا گئے۔ کنوؤں کے حلق خشک رہنے لگے۔ ندی نالوں کے پیٹ ننگے چمکنے لگے۔ پانی کی بوند بوند کو سب ترس گئے۔ پیاس لوگوں کے چہرے پہ کھد گئی۔ اپنے پیاروں کے چہروں پہ پیاس پڑھ پڑھ کے وہ اور پیاسے ہو گئے۔ پانی کی تلاش میں ہر پیاسا بھاگتا پھرتا۔ سب کی نگاہیں اوپر اٹھتی اور آسمان کو تکتیں۔ مگر آسمان سے صرف دھوپ برستی اور آنکھوں کے پانی کو بھی خشک کرتی رہتی۔ خشک آنکھیں دھوپ کو تکتیں اور بارش کی دعا کرتیں۔ ہر دعا بے اثر رہتی۔ کوئی بھی انکے سر پر سائبان نہ رکھتا۔ ایک دن بستی کے سارے پیاسے اکٹھے ہوئے اور اپنے اپنے گناہ یاد کرنے لگے۔ گناہوں کی تفصیل جاری رہی۔ مگر آسمان پہ دھوپ ویسی ہی رہی۔ انہیں قحط کا ڈر تھا۔ فصلیں جل رہی تھیں۔ ان کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ کوئی تدبیر، کوئی چارہ کریں، کوئی حل۔ کوئی تو ہو۔ جو انکی پیاسی زبان آسمان کو دکھائے۔ کسی نے ہجوم میں کہا: "ساتھ والی بستی میں ایک درویش ہے جو بھوک اور پیاس فتح کئے بیٹھا ہے۔ کئی کئی دن ایک گھونٹ نہیں پیتا پھر بھی اس کی باتوں میں بارش کی پھوار ہے"۔

وہ بھاگے بھاگے اس شخص کے پاس پہنچے۔ لوگوں نے ڈرتے ڈرتے جھونپڑی میں جھانکا کہ مبادا وہ عبادت میں محو ہو اور وہ مخل ہوں۔ وہ جھگی کی ننگی گرم مٹی پہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے لیٹا ہوا تھا۔ ایک شخص نے سر کنڈوں کے سروں پہ ہولے سے دستک دی۔ درویش نے اندر سے کہا: "چلے آؤ، فارغ ہوں، فراغت ہی فراغت ہے"۔

وہ لوگ بستی سے باہر ہی جوتے اتار آئے تھے۔ ان لوگوں کے پیروں پہ چھالے تھے اور چھالوں میں بھی پانی خشک تھا، وہ پیر جھاڑ کر، سر جھکائے جھگی کے اندر چلے گئے اور ہاتھ جوڑ کے درویش کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے۔ ان کی زبان پہ نمی کی ایک بوند بھی نہ تھی کہ وہ کچھ بول سکتے۔ ان کے بول انکے چہروں پر لکھے تھے۔

درویش اس طرح مست لیٹا رہا، وہ جھگی کی چھت کے پار کسی کو دیکھ کر مسکرائے جا رہا تھا۔ اس کے مسکرانے کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے ایک شرارتی بچہ اپنے ساتھی شرارتی بچے کو دیکھ رہا ہو۔ پھر اس نے آنے والے لوگوں کی طرف کروٹ بدلی اور بولا: "جانتا ہوں تم لوگ کیسے آئے ہو۔ یہ بھی جانتا ہوں کس نے بھیجا ہے"۔ اس نے پھر اپنی جھونپڑی کی چھت کے سر کنڈوں کے پار کہیں دیکھا اور مسکرانے لگا۔ مسکراتے مسکراتے پھر بولا: "لیکن تمہیں یہ علم نہیں ہوگا کہ آج کل میرا یار روٹھا ہوا ہے۔ مجھ سے روٹھا ہوا ہے۔ میں نے اپنی باری کھیل لی تھی۔ پھر اس کی باری بھی کھیلنے لگا تو وہ ناراض ہو گیا۔ اب جو

اسکے کام ہیں وہ خود جانے۔ وہ بڑا شہہ زور ہے۔ بڑا ڈاہڈا ہے۔ سب کچھ کر سکتا ہے۔ بادلوں کو روک سکتا ہے۔ سورج کو توڑ سکتا ہے۔ میں تو بس اس کا یار تھا اور یاری پر خوش تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ سمندر ہے اور میں ایک قطرہ، وہ پہاڑ ہے اور میں ایک ذرہ، وہ آندھی ہے اور میں ایک چراغ سحر، میں نے اس سے یاری لگائی۔ چکی کے دونوں پاٹوں میں اپنا سر دیا۔ ٹھیک ہے ہماری یاری پھر بھی ہے۔ میں صحرا ہوں مگر سمندر نہیں ہوں۔ ذرہ ہوں مگر پہاڑ نہیں ہوں۔ چراغ ہوں اور اسی کی آندھیوں کا پالا ہوا ہوں۔ وہ بڑا بادشاہ ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ، جو چاہے چھین لے، جو چاہے بخش دے، کوئی نہیں اسے روکنے والا۔ وہ بے پروا ہے۔ کوئی حاجت نہیں اسے پر وہ حاجتوں کو جانتا ضرور ہے۔ اسے کیا علم نہیں تمہاری خشک سالی کا؟ کیا جانتا نہیں وہ تمہاری پیاس کو؟ اس کے اپنے پیڑ بوٹے جل رہے ہیں۔ ڈھور ڈنگر زبانیں نکالے اسے تک رہے ہیں۔ سب جانتا ہے وہ''۔

وہ پھر جھگی کے اوپر اوپر کہیں دیکھ کے مسکرانے لگا۔ ''کر لو جو کرنا ہے رے یار۔ مجھے تو پیاس لگتی نہیں۔ جنہیں لگتی ہے انہوں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ مجھے کیا''۔ جھگی میں اس کے سامنے دو زانو بیٹھے ہوئے لوگ ہاتھ جوڑ کے اس کے پاؤں میں گر گئے۔ ''ہم پر ترس کھائیں حضور۔ ہمارے بال بچے، ڈھور ڈنگر ہماری فصلیں سب پیاسے ہیں، ہمارا کچھ نہیں بچے گا۔ ہمارے لئے دعا کردیں۔ بادل بلوا دیں۔ بارش برسوا دیں''۔ ''نہ بھئی نہ میں نے کہا نا وہ روٹھا ہوا ہے۔ اس بار گرمی کا موسم شروع ہوا تو مجھے گرمی لگنے لگی اور میں کچھ زیادہ ہی اپنی کھوئی کے پانی سے نہانے لگا۔ یہ کھوئی تو میں نے راہ گیروں کے لئے بنائی تھی نا، بس خشک کردی یہ کھوئی اس نے۔ میں تو تمہارا مجرم ہوں۔ مجھے پتھر مارو تم لوگ۔ سنگسار کر دو مجھے۔ جو جی میں آئے سزا دو، غلطی صرف میری تھی۔ اس نے چکی کے پاٹ چلا دئیے۔ گھن تو صرف میں ہوں۔ آٹا بھی پس گیا، تمہیں پیاس سے تڑپا دیا، آگ سے جھلسا دیا، میری بات اور ہے، مجھے کوئی گرمی نہیں لگتی نہ پیاس ستاتی ہے۔ درد بھی نہیں آتا۔ اُٹھاؤ پتھر اور مارو کہ اس شریر میں میں ہوں ہی نہیں۔ خالی ڈبہ ہے اندر تو وہ خود ہے''۔

لوگ اور آہ و زاری کرنے لگے۔ ''ہم پر ترس کھائیں۔ ہم پر رحم کریں''۔ انہوں نے درویش کے پاؤں پکڑ لئے۔ ''اچھا تم لوگ بیٹھو۔ میں ایک کام کرتا ہوں۔ تم یہیں ٹھہرو تھوڑی دیر''۔ درویش اپنی کٹیا سے باہر نکلا، سوا نیزے کے سورج کے نیچے ننگے پاؤں گیا، اپنی قمیض تن سے اتاری اور کہیں جا کر چھپ کے پانی کی دو بوندوں سے اسے دھو کر لے آیا۔ جھگی کے باہر اپنی قمیض دھوپ میں سوکھنے کے لئے پھیلا دی اور لوگوں کو کہنے لگا: ''اب جاؤ بارش آنے والی ہے''۔

لوگوں نے دور اُفق کی طرف دیکھا۔ کالی گھٹا ایک دم کہیں سے اٹھ کر انکی طرف لپک رہی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں خوشیوں کا طوفان امڈ آیا اور وہ خوشی میں ناچتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگ گئے۔ درویش نے کڑکتی ہوئی بجلیوں کی طرف دیکھا اور کالی گھٹا کے نیچے اپنے گیلے کپڑے دیکھ کر مسکرا کر بولا: ''یار میں جانتا ہوں تو ناراض ہے۔ میں نے گیلے کپڑے اسی لئے پھیلائے ہیں کہ تو انہیں سوکھنے نہیں دے گا۔ ان دو بوند قطروں کی لاج رکھ لے گا''۔ اس کی آنکھوں میں رکے آنسو لرزنے لگے۔

بارش کی پھوار ایک دم شروع ہو گئی اور درویش گیلے کپڑوں کے اوپر ماتھا رکھ کے سجدے میں گر گیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی بادل چھپے ہوئے تھے۔ دونوں طرف جل تھل ہو رہا تھا۔ لگ رہا تھا جیسے دو روٹھے ہوئے یار گلے مل رہے ہوں۔

تحریر: ابدال بیلا صاحب

حدیثِ دل

صوفی وہ ہے کہ جس کا کلام بیان حقائق ہے اور جس کی خاموشی میں اسکے اعضاء زبانِ حال سے قطع علائق یعنی فقر کی بات کر رہے ہوتے ہیں

حضرت حضرت ذوالنون مصری رحمت اللہ علیہ

تصوّف کی بنیاد آٹھ خصائل پر ہے: سخا یعنی حضرت ابراھیمؑ کی سی سخاوت، رضا یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کی سی رضا، صبر یعنی حضرت ایوبؑ کا سا صبر، اشارہ یعنی حضرت زکریاؑ کی سی اشارت، غربت یعنی حضرت یحییٰؑ کی سی غربت، لبس صوف یعنی حضرت موسیٰؑ کا لباس صوف، سیاحت یعنی حضرت عیسیٰؑ کی سیاحت اور فقر یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم کا فقر۔

حضرت جنید بغدادی رحمت اللہ علیہ

خدایا! یا تو مجھے حضورئ قلب عطا فرما یا پھر بے رغبتی کی عبادت ہی کو شرفِ قبولیت بخش دے۔

حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ علیہا